جلد 23 شمارہ 2 ماہ فروری 2021ء جمادی الثانی/رجب 1442ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

اللّٰہ

صداقت

محبّت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالی کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح وفلاح کا علمبردار

بیاد

خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ

بانی مجلّہ فلاح آدمیت

نگران وسرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر	احمد رضا خان 0321-6400942
معاون مدیر	شہزاد محمود بخاری 0301-7430525
نائب مدیر	سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد پیرخان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فھد محمود ، محمد ریاض

شیخ سلسلہ ومدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ❀❀❀ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

مضمون	مصنف	صفحہ نمبر

دل کی بات

اکثر وبیشتر ہم قرآنی آیت لا اکـراہ فـی الـدین (البقرہ،256)''دین میں جبر نہیں'' سنتے ہیں اس کا سادہ مفہوم یہ سمجھا جاتا ہے کہ کسی غیر مسلم کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا جا سکتا۔ یہ بات بھی اپنی جگہ بالکل درست ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ اس کا غالب پہلو یہ ہے کہ انسان خدائے واحد کی احسن تقویم اور بے نظیر تخلیق ہے۔اللہ نے اس کو سننے دیکھنے اور سوچنے سمجھنے کی بیش بہا صلاحیتوں سے نوازا ہے۔اب ہمارے خالق کا ہم سے مطالبہ یہ ہے کہ ہم ان صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہوئے اپنی ذات اور کائنات میں پھیلی ہوئی نشانیوں کو دیکھ، پرکھ کر عظیم وواحد اللہ کی معرفت حاصل کریں اور اس کے بعد اپنی تمام صلاحیتوں کو اس کے آگے بخوشی surrender کردیں۔

اس شعوری خودسپردگی / عبودیت میں محبت کی چاشنی شامل ہو گی۔ یہ ہے درحقیقت وہ رویہ جس کے اندر جبر شامل نہیں۔اگر خدا کو ہماری گونگی بہری بندگی مطلوب ہوتی تو سورج، چاند، نباتات کی طرح ہمیں بھی پابند کر دیتا۔حتیٰ کہ فرمایا ''اگر اللہ چاہے تو آسمان سے ایسی نشانی اتارے کہ تمام انسان ایمان لے آئیں''۔مگر یہ اس کی سکیم کے خلاف ہے۔اسی لیے کہا إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (بنی اسرائیل۔36) کان، آنکھ اور دل ہر ایک سے ان کے بارے میں بازپرس ہو گی۔ مزید فرمایا إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا (الدھر 3) بے شک ہم نے انسان کو راستہ دکھا دیا، چاہے تو شکر گزار بن جائے یا ناشکرا۔جب کثرت ذکرالٰہی اور

مرشد کے فیض سے دل کی بستی بس جائے تو سمجھ آتی ہے کہ خدا نے انسان کو یہ صلاحیتیں دی ہی اسی لیے ہیں کہ ان سے اس کی پہچان کا کام لے۔اس عمل کا منطقی ولازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس سے محبت ہو جائے گی۔سورۃ البقرہ آیت 164 میں آیات کائنات پر غور کرنے کی دعوت دینے کے بعد متصلاً ،اللہ نے اس کا نتیجہ بیان کیا کہ مذکورہ رویے کے حامل (اہل ایمان)اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں۔مزید برآں غفلت کے پردے چاک ہوتے اور عہد الست ایک زندہ حقیقت محسوس ہوتا ہے ۔ساتھ ہی اس امانت کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے جسے ارض وسما اور پہاڑ اٹھانے سے ڈر گئے ۔مگر انسان نے اٹھالیا۔کیوں کہ اسے بنایا ہی اسی کام کے لیے گیا تھا۔

ہماری خوش قسمتی کہ ہمیں اللہ کے کرم وفضل سے سلسلہ تو حیدیہ جیسا پلیٹ فارم اور انصاری صاحبؒ کی لازوال تعلیمات میسر آئی ہیں ۔جہاں ہمیں نہ صرف حیات انسانی کے شعور جیسی عظیم دولت میسر آتی ہے بلکہ اس کے بہترین استعمال کے ذریعے اپنے کریم وبرتر خدائے واحد کی Maximum محبت وقرب کے مقامات بھی نصیب ہوتے ہیں ۔ بقول باباجانؒ:

می نازد بہ قرب ویاری تو

مدیرفلاح آدمیت

درس قرآن

(ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملکؒ)

دنیوی اسباب کی حقیقت

سورۃ القصص

وَمَا أُوتِيتُم مِّن شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَى o

ترجمہ: ''تمہیں اس دنیا میں جو کچھ دیا گیا ہے، یہ چند روزہ استعمال کی چیز ہے۔ یہ بہت جلد تم سے چھن جانے والی ہے اور اللہ کے ہاں تمہارے لئے بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا اجر ہے''۔

اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور اس کی لذتوں کو چھوڑنے کا حکم نہیں دے رہے، بس موٹی سی بات سمجھ لینا چاہئے کہ یہ دنیا عارضی متاع ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے، اس لئے آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا ہے اور اس دنیا کو آخرت تک پہنچنے کا ذریعہ بنانا ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر اس کا ذکر ہے۔ قارون سے یہی بات کہی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس دنیا میں جو کچھ دے رکھا ہے، اس کو دارِ آخرت کے حصول کا ذریعہ بناؤ۔

رہبانیت و ترکِ دُنیا کی ممانعت:

دُنیا کو چھوڑنا نہیں کیونکہ آخرت کی راہ اسی دنیا کے اندر سے گزر کے جاتی ہے۔ دُنیا کو آخرت کے حصول کا ذریعہ بنانا ہے کیونکہ کسی پہاڑی، کھوہ یا کسی غار میں سے آخرت کو کوئی راستہ نہیں جاتا۔ آخرت کا راستہ اسی دنیا کے اندر سے جاتا ہے۔ کیونکہ اسلام میں رہبانیت اور ترک دُنیا نہیں، اس لئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو ذرائع دے رکھے ہیں، ان کو یوں استعمال کرو کہ دارِ آخرت پا جاؤ اور دنیا سے بدنصیب ہو کر نہ جاؤ۔ اس آیت سے لوگ یہ مراد لیتے ہیں کہ

دنیا میں اپنے نصیب کو خوب حاصل کرو حالانکہ دنیا میں تمہارا نصیب وہ ہے جو تم نے کھالیا، پہن لیا اور جو تم نے آگے بھیج دیا، وہ باقی رہ گیا۔

قارون کون تھا؟

روایات میں ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد یا خالہ زاد بھائی تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شخص ابتداء میں نیک تھا اور اپنی خوبصورتی کی وجہ سے "منور" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ لیکن جب اس کا مال زیادہ ہوا تو اس کے اندر نفاق اور سرکشی پیدا ہوئی اور وہ مرتد اور باغی ہو گیا۔

درج ذیل آیاتِ مبارکہ میں اللہ رب العزت نے قارون کی خصلت، اس کے وافر مال اور اس کی بداعمالیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَى فَبَغَى عَلَيْهِمْ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ (76) وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ (77)

ترجمہ: "بلاشبہ قارون، موسیٰ کی قوم میں سے تھا۔ وہ (مال کی کثرت کی وجہ سے) لوگوں پر زیادتی کرنے لگا اور ہم نے اسے خزانے دیے تھے کہ ان کی چابیاں (اُٹھاتے وقت) ایک طاقتور جماعت کو بھی تھکا دیتی تھیں۔ اِن کی قوم نے کہا کہ (اس دولت پر) مت فخر کر! کیونکہ اللہ تعالیٰ فخر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو مال اللہ نے تجھ کو دیا ہے اس سے آخرت کی بھلائی طلب کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول اور جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی اسی طرح تو بھی لوگوں کے ساتھ بھلائی کر اور ملک میں فساد پھیلانے کا ارادہ مت کر کیونکہ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے قارون کو دعوتِ حق:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کے پاس اللہ رب العزت کا پیغام پیش کیا جس میں حکمت و نصیحت کے ساتھ دین کی دعوت تھی۔ لیکن قارون نے اس سے راہِ فرار اختیار کی۔ قارون کا اپنا لاؤ لشکر تھا اور دولت کی ریل پیل تھی۔ اِس لئے اس نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے انتہائی دلیری اور ڈھٹائی سے دعوتِ الٰہی کو ٹھکرا دیا اور باغی ٹھہرا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرتا ہے وہ واجب القتل ہوتا ہے اور جو شخص اوروں کیلئے کنواں کھودتا ہے تو وہ سب سے پہلے اِس میں خود گرتا ہے بالفاظ دیگر سرکش اور باغی کو اِس کا انجام دنیا میں نہیں نظر آتا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَى (6) أَن رَّآهُ اسْتَغْنَى (7) إِنَّ إِلَى رَبِّكَ الرُّجْعَى (8)

ترجمہ: ''مگر حقیقت یہ ہے کہ انسان سرکشی کرنے لگتا ہے جب وہ اپنے آپ کو مالدار پاتا ہے۔ بلاشبہ (سبھی کو) تمہارے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے''۔

ایک اور اشکال اور اِس کا جواب:

روزمرہ کی زندگی میں اگر ہم مشاہدہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کی سرکشی، بغاوت اور گناہ کے باوجود بھی اس پر نعمتوں کی بارش کر رہا ہے تو یہ نرمی اللہ کی طرف سے ایک طرح کی ڈھیل ہے۔

فَلَمَّا نَسُواْ مَا ذُكِّرُواْ بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى إِذَا فَرِحُواْ بِمَا أُوتُواْ أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ (44) فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُواْ وَالْحَمْدُ لِلّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (45)

ترجمہ: ''جب وہ اِس نصیحت کو بھول گئے جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر طرح کی خوشحالی کے دروازے کھول دیئے تھے یہاں تک کہ جب اِن چیزوں پر جو اِن کو دی گئی تھیں وہ خوشیاں منانے لگے تو اچانک ہم نے انہیں پکڑ لیا۔ پس وہ اِس وقت مایوس ہو کر رہ گئے۔

غرض ظالم لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی اور ہر طرح کی تعریف خاص اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو سارے جہاں کا پروردگار ہے۔''

نظامِ کائنات.... آفاقی ممتا

اِس کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی ان صفات کا تذکرہ ہے جن کے روزمرہ مشاہدے کے ذریعے سے آدمی کو غور و تدبر کی دولت نصیب ہوئی اور پھر یہ غور و فکر ایمان کی منزل تک پہنچا دیتا ہے۔

وَرَبُّکَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا
يُشْرِكُونَ (68) وَرَبُّکَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ (69) وَهُوَ اللَّهُ لَا
إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (70) قُلْ
أَرَأَيْتُمْ إِن جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم
بِضِيَاءٍ أَفَلَا تَسْمَعُونَ (71) قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ
الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (72) وَمِن رَّحْمَتِهِ
جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (73)

ترجمہ: ''اور تیرا ربّ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور جسے چاہتا ہے، منتخب کر لیتا ہے۔ ان کو (معبودانِ باطل) اس کا کوئی اختیار نہیں۔ یہ جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں، وہ اِس سے پاک و بلندتر ہے۔ اور اس کے سینے میں جو کچھ پوشیدہ ہے اور جو یہ ظاہر کرتے ہیں، تمہارا ربّ اس کو جانتا ہے اور وہی اللہ ہے، اِس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ دنیا اور آخرت میں اِسی کی تعریف ہے۔ اِسی کیلئے حمد ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، فرمانروائی اِسی کی ہے اور اِسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔ اے نبی ﷺ! اِن سے کہو: کبھی تم لوگوں نے غور کیا کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کیلئے رات طاری کر دے تو اللہ کے سوا وہ کونسا معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے؟

کیاتم سنتے نہیں ہو؟ اِن سے پوچھو کبھی تم نے سوچا کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کیلئے دن طاری کر دے تو اللہ کے سوا وہ کونسا معبود ہے، جو تمہیں رات دے تا کہ تم اِس میں سکون حاصل کرو اور دن میں اپنے ربّ کا فضل حاصل کیا کرو، شاید کہ تم شکر گزار بنو۔''

اللہ تعالیٰ نے ایک نظام بنایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بہت بڑا کرشمہ ہے، رات آتی ہے اور ہر شخص کو پتا ہوتا ہے کہ آرام کرنا ہے، سورج طلوع ہوتے ہی ہر ایک کو پتا ہوتا ہے کہ اب کام کرنے کا وقت ہے۔ اگر یہ رات اور دن نہ ہوتے تو ہم کبھی کسی وقت پہ متفق نہ ہوتے کہ کب دفتر جانا ہے، کب سونا اور کب جاگنا ہے۔ آپ کسی سے ملنے جاتے، وہ سویا ہوا ہوتا، آپ کسی دفتر میں جاتے پتہ چلتا، یہ تو اِس کی چھٹی کا وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم میں اتفاقِ رائے پیدا کر دیا کہ اب سارے ہی سو جاؤ اور اب سارے ہی جاگ اُٹھو۔ اب کام کرو اور اب آرام کرو۔

اللہ کی رحمت اور ماں کی ممتا۔۔۔ایک عمدہ مثال:

جب میں بچپن میں پڑھتا تھا تو مجھے عادت تھی کہ کسی کام میں لگ جاتا تو جب تک وہ ختم نہ ہو جاتا، مجھ پہ ایک جنون سا طاری رہتا۔ دیر ہو جاتی، رات کو گیارہ، بارہ ایک بج جاتا تو امی جان رحمۃ اللہ علیہا پریشان ہو کر بتی بجھا دیتیں تا کہ میں جبراً آرام کروں۔ یہ جو اللہ تعالیٰ رات کو بتی بجھا دیتے ہیں یعنی سورج غروب ہو جاتا ہے، یہ ممتا کی رحمت کا ایک عکس ہے کہ دن کی روشنی میں تم نے بہت کام کیا، تمہارے اعضاء اب تھک گئے، اب آرام کرو۔ یہ اس کا نظام ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ نہ کرے تو اللہ کے سوا کون ہے جو رات اور دن کو بدل بدل کے لے آتا ہے؟ خدا نخواستہ وہ رات لمبی کر دے، دن آنے نہ پائے تو کیا کرو گے؟

آسمانی روشنی کی قیمت:

یہ جو روشنی آسمان سے آتی ہے۔ یہ بڑی قیمتی چیز ہے آپ بجلی کا بل دیتے ہیں۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ جو روشنی سورج سے روزانہ بھیجتے ہیں اور وہ دس ارب سال سے آ رہی ہے اور آئندہ

نامعلوم کتنے سال تک آتی رہے گی، اللہ تعالیٰ نے کبھی اِس کا بل نہیں مانگا۔ دنیا والے تو عدم ادائیگی کے باعث روشنی بند کر دیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت ہے کہ اس نے نہ کبھی اپنی روشنی کیلئے کسی بل کی ادائیگی کا مطالبہ کیا اور نہ عدم ادائیگی کی صورت میں روشنی بند کی۔ اِسی لئے فرمایا:۔

وَاِنْ تَعُدُّوْ انِعْمَتَ اللّٰهِ لاَ تُحْصُوْهَا٥

"اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو تو شمار میں نہ لاسکو گے"۔

قارون کی مذمت:

قارون نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ تمام نعمتیں اور مال و دولت میری ذاتی مہارت، چالاکی اور ہوشیاری کا نتیجہ ہے کہ میں مال کمانے کے طریقے سے واقف تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا اور جو کفرانِ نعمت کا مرتکب ہوتا ہے تو اِس سے نعمتیں چھن جاتی ہیں۔ اِسی سبب اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر قارون کی مذمت فرمائی۔

قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَى عِلْمٍ عِندِي أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعاً وَلَا يُسْأَلُ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ (78)

ترجمہ: "قارون یہ سن کر کہنے لگا کہ مجھ کو تو یہ سب کچھ میری ذاتی ہنرمندی سے ملا ہے۔ کیا اِس کو معلوم نہیں کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر دیا جو قارون سے قوت میں سخت اور جمعیت میں بہت زیادہ تھیں اور گناہگاروں سے ان کے گناہ کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا"۔

قارون کی سرکشی:

اِس عبرت آموز ذکر کے بعد قارون کی سرکشی کا بیان عبرت کیلئے ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اِسے راہ سجھائی تو اُس نے سرکشی کی۔ دراصل اِس کو اپنی بے اندازہ دولت کا غرور تھا۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

1۔ غرور مت کر کیونکہ یہ بات اللہ کو ناپسند ہے۔

2۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے ذریعے سے آخرت کی بھلائی تلاش کر۔

3۔ دنیا سے بے نصیب اور خالی ہاتھ نہ جا۔

4۔ لوگوں کے ساتھ احسان اور بھلائی کے ساتھ پیش آ، جس طرح اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے۔ دُنیا میں فساد نہ پھیلا!

اِن نصیحتوں کو سن کر وہ شیخی بگھارنے لگا کہ یہ مال تو میرے زورِ بازو اور محنت کا ثمر ہے۔ اِس کو بھی عبرت کا نشان بنادیا گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِن فِئَةٍ يَنصُرُونَهُ مِن دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنتَصِرِينَ (81) وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ يَقُولُونَ وَيْكَأَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَوْلَا أَن مَّنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَيْكَأَنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ (82)

ترجمہ: ”پس ہم نے قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اللہ کے سوا کوئی جماعت اِس کی مددگار نہ ہو سکی اور نہ وہ بدلے لے سکا اور وہ لوگ جو کل اس کے اجر کی تمنا کیا کرتے تھے، صبح کو کہنے لگے، بے شک اللہ ہی جس کیلئے چاہتا ہے، اِس کا رزق فراخ کرتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ اگر اللہ ہم پر احسان نہ کرتا تو ہم کو بھی زمین میں دھنسا دیتا“۔

اللہ تعالیٰ نے قارون اور اس کی دولت کو زمین میں دھنسا دیا۔ اِس واقعہ میں قارون کی قماش کے لوگوں کے لئے سامانِ عبرت ہے اور خاص طور پر وہ تاجر حضرات جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بھولے بیٹھے ہیں، وہ نہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور نہ ہی آخرت کو یاد رکھے ہوئے ہیں۔ ایسے تمام لوگوں کو زمین کے اندر دھنسا دینا اللہ کیلئے کوئی بعید نہیں۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ بہت سے

مسلمانوں کے پاس لاکھوں اور کروڑوں روپے موجود ہیں لیکن اس کے باوجود وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ اللہ ربُّ العزت ہمیں اپنی پناہ میں رکھے اور اس عذاب سے محفوظ فرمائے اور اپنی یاد اپنی شکرگزاری اور اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائے۔

مومن وکافر کی ذہنیتوں کا بنیادی فرق:

قارون بدبخت تھا۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں نے جو دولت بھی کمائی ہے، یہ میری اپنی مہارت اور علم کا نتیجہ ہے۔ میں نے اپنی محنت اور سعی سے یہ سب کچھ حاصل کیا ہے، میں نے اللہ سے کوئی بھیک نہیں مانگی۔ دراصل قارون اور حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے شخص میں بہت فرق ہے۔ کیونکہ قارون دولت کو اپنی ذاتی کاوش کا نتیجہ کہتا ہے تو دوسری طرف سلیمان علیہ السلام جنہیں اللہ تعالیٰ دولت، ثروت، عزت اور جاہ وجلال سے نوازتے ہیں تو وہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْo ''یہ میرے پروردگار کی دین ہے''۔

یوں کہہ لیں کہ یہ ایک بنیادی فرق ہے مومن اور کافر کی ذہنیت میں۔ مومن ہر شے کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھتا ہے اور کسی چیز کا کریڈٹ خود نہیں لیتا۔ اس کے برعکس کافر ہر نعمت الٰہی کو اپنا ذاتی کمال سمجھتا ہے اور کہیں بھی اللہ تعالیٰ کے شکر کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

دارِ آخرت کا وارث کون؟

یہ سارا قصہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نتیجتاً یہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

تِلْکَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (83)

ترجمہ: ''آخرت کا گھر تو ہم اِن لوگوں کیلئے مخصوص کر دیں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں اور انجام کی بھلائی متقین ہی کیلئے ہے''۔

یعنی دارِ آخرت، ہامان اور قارون جیسے لوگوں کیلئے نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کیلئے ہے جو زمین میں

اقتدار کی ہوس نہیں رکھتے اور دنگا فساد سے بچتے ہیں۔

کامیابی کی شرائط

اِس کے بعد آخرت کے چند مناظر عبرت کیلئے بیان کئے گئے ہیں کہ مشرک اس روز اندھے ہو جائیں گے اور کامیابی و کامرانی ان لوگوں کا مقدر ہو گی جو

1۔ شرک سے تائب ہوئے۔ 2۔ ایمان لائے۔

3۔ ایمان کے بعد نیک عمل کرتے رہے۔

ہوسِ اقتدار فساد کا اصلی سبب:

اِن آیات سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ دنیا میں فساد کا اصلی سبب ہوس اقتدار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "علوّ" اور "فساد" دونوں لفظوں کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ اگر ہوسِ اقتدار نہ ہو اور اخلاص کے عالم میں اجتماعی کام کیے جائیں تو پھر عام سادہ سی نیکیوں کا اجر بھی آخرت میں کئی کئی گنا زیادہ ہو کر ملے گا۔سورہ کے اختتام سے قبل نبی ﷺ سے خطاب:

وَمَا كُنتَ تَرْجُو............إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

ترجمہ: "اور تمہیں اُمید نہ تھی کہ تم پر کتاب نازل کی جائے گی۔مگر تمہارے رب کی مہربانی ہے۔اب تم ہرگز کافروں کے مددگار نہ بنا۔وہ آپ کو اللہ کی آیات کی تبلیغ سے روک نہ دیں حالانکہ وہ آپ پر نازل ہو چکی ہیں۔اور اپنے رب کو پکارتے رہو اور مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہونا اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکارنا۔اِس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔اِس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔اِسی کا حکم ہے اور اِسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے"۔

کائنات کے مادّی اور روحانی مراکز

اور توحیدی فقیروں کے سامنے عظیم مشن

(حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے

برادرانِ حلقہ! آیئے اب ہم اس سال کی سب سے اہم اور مبارک بات یعنی آستانہ توحیدیہ کی تکمیل کے لیے خدائے برتر و اعلیٰ کا شکریہ ادا کریں۔ یہ آستانہ ہمارا مرکز ہے اور آپ جانتے ہیں کہ بغیر مرکز کے کوئی ادارہ' کوئی گورنمنٹ بلکہ خود نظامِ عالم بھی کام نہیں کرسکتا۔ اس تمام کائنات کا مرکز ربّ العلیٰ کا عرشِ عظیم ہے جس کے گرد تمام کائنات گھومتی اور گردش کرتی رہتی ہے آسمانوں میں لاتعداد آفتاب ہیں اور ہر آفتاب کے ساتھ متعدد سیارے ہیں جو اس کے گرد گھومتے رہتے ہیں۔ یہ نظامِ شمسی کہلاتے ہیں۔ ہمارے آفتاب کے گرد ۹ سیارے ہیں اور یہ سب ہمارا نظامِ شمسی ہے۔ کرہ زمین پر ہر ملک کا دارالحکومت اس کا مرکز ہے۔ جس ملک کا مرکز جتنا مضبوط ہو وہ اسی قدر پھولتا پھلتا اور ترقی کرتا ہے۔ جس کا مرکز کمزور ہو وہ رفتہ رفتہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ اسی طرح روحانی مراکز ہیں۔ بغداد حضرت غوث الاعظمؒ کی تعلیم کا' لاہور حضرت علی ہجویری داتا گنج بخشؒ کی تعلیم کا' اجمیر حضرت معین الدین چشتیؒ کی تعلیم کا اور سرہند حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیم کے مراکز ہیں اور سب سے بڑے تو مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ ہیں جو حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی الہامی اور خدائی تعلیم کے مرکز ہیں۔ یہیں سے توحید باری تعالیٰ کا وہ آفتاب عالم تاب طلوع ہوا جس نے ظلمت کدہ جہاں کے کونے کونے کو روشن اور منور کر دیا۔ یہی وہ مبارک شہر ہیں جہاں سے حضور رسالت مآب ﷺ کے

نبوی اسوہ حسنہ ٗذاتی اخلاق اور روحانی فیوض و برکات کی وہ گھنگھور گھٹائیں اُٹھیں جنہوں نے انسانیت وتہذیب کے لحاظ سے بنجر و ناکارہ اقطاعِ عالم کوتہذیب وتمدن اورانسانیت وشرافت کے لالہ زاروں میں تبدیل کردیا۔

جب تک ان مرکزوں سے صحیح توحید کی تعلیم ہوتی رہی دنیا میں اسلام کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا' جب سے اس تعلیم میں فرق آیا اور توحید کی جگہ پیر پرستی اور قبر پرستی نے لے لی' ملت اسلامیہ اور ممالک اسلامی کی قوت گھٹنے لگی اور آج یہ حالت ہے کہ پچیس یا چھبیس ممالک میں کوئی ایک تو کیا سب مل کر بھی کفار ومشرکین کی کسی ایک سلطنت کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔کل کی بات ہے کہ اکیلے اسرائیل نے متعدد عرب سلطنتوں کو شکست فاش دے کر فلسطین' اردن اور مصر کے خاصے بڑے علاقہ پر قبضہ کرلیا اور یہ سب مل کر ایک انچ زمین بھی اس سے واپس نہ لے سکے۔ادھر بھارت نے ہم کو نہایت شرمناک شکست دے کر مشرقی پاکستان کو ہم سے علیحدہ کردیا اور ہمارے ۹۰ ہزار فوجی بہادروں کو قید کرلیا اور ہم آج تک سوائے چیخ و پکار کے کچھ بھی نہ کر سکے۔ ۲۶ مارچ کے اخبارات میں آپ نے بھی یہ خبر پڑھی کہ اسرائیل نے خاکم بدہن مدینہ منورہ پر قبضہ کرنے کی پوری تیاری کرلی ہے۔لیکن کتنی آنکھیں تھیں جو اس خبر کو پڑھ کر اشک بار ہوئیں' کتنے مسلمان تھے جو اس خبر سے متاثر ہوکر رات کو سو نہ سکے' کتنے صحافی اور اخبارات کے ایڈیٹر تھے جنہوں نے اس کے خلاف ایک لفظ بھی کہا یا لکھا ہو' کتنے مولوی صاحبان اور عوام کی خیر خواہی اور اسلام پر فدا ہونے کے جھوٹے دعویدار لیڈر تھے جنہوں نے عوام کو اس خطرے سے آگاہ کرنے کے لیے آواز اٹھائی۔آہ! کیا ایسے بے حس مسلمانوں کو زوال پذیر قوم کہا جا سکتا ہے؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔یہ تو ایک مردہ قوم ہے جس کو مرے ہوئے بھی آج دو صدیاں گزر چکی ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آخراس بے حسی کا سبب اوراس مردہ دلی کی کیاوجہ ہے!!!

برادران حلقہ! اس کا اصل سبب اور حقیقی وجہ یہ اور صرف یہ ہے کہ آج مسلمانوں کے قلب وجگر میں نہ حضور اکرم رسول خدا ﷺ سے محبت کی حرارت ہے نہ خدائے قادر و قیوم سے عشق کی تپش۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

آخر یہ سب کچھ کیوں ہے!! اس لیے اور محض اس لیے کہ توحید کی تعلیم غائب ہو چکی ہے اوراس کی جگہ غیراللہ پرستی نے لے لی ہے۔ برادران حلقہ! یہ کام آپ نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے کہ توحید کی تعلیم کو پھر زندہ کریں اور اگر تمام عالم اسلام میں نہیں تو کم ازکم پاکستانی مسلمانوں کے دلوں میں خدا اور رسول خدا ﷺ کے عشق کی آگ کو اس طرح بھڑکائیں کہ غیراللہ پرستیاں سب کی سب جل کر راکھ کا ڈھیر ہو جائیں۔ افسوس ہے کہ ہمارا حلقہ ابھی ایک طفل نوخیز سے زیادہ نہیں تھوڑا ہی عرصہ ہوا وجود میں آیا ہے اور ہم ان تمام ذرائع سے تہی دامن ہیں جو اس زمانہ میں کسی مسلک ومقصد کی ترویج وتبلیغ کے لیے ناگزیر ہیں۔ لیکن الحمد للہ کہ ہمارے حوصلے بلند ہیں اور ہم اس راہ میں اپنی جان' اپنے خون کا ایک ایک قطرہ اوراپنے مال کا ایک ایک پیسہ بے دریغ صرف کرنے کو تیار ہیں۔ صرف تیار ہی نہیں بلکہ آپ نے تو عملی طور پر کر کے دکھا دیا ہے کہ آپ کے خلوص وایثار کے آگے کوئی مشکل بھی مشکل نہیں رہ سکتی۔ دو سال بھی نہیں ہوئے کہ آستانہ کا تخیل بھی کسی کے دماغ میں نہ تھا۔ لیکن جب خیال پیدا ہوا تو چند ہی ماہ میں آپ نے تقریباً دو لاکھ روپے کی خطیر رقم اکٹھی کر کے آستانہ بنا ڈالا۔ آپ نے جس خلوص وایثار سے کام لیا ہے میں اس سے بخوبی واقف ہوں اور کئی بھائیوں کی بابت تو یہاں تک جانتا ہوں کہ انہوں نے

اپنی بیویوں کا زیور تک فروخت کر کے اس کارِ خیر میں حصہ لیا ہے۔ میں اس کا کیا بدلہ دے سکتا ہوں البتہ یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے حلقہ کے ہر بھائی کو اس دنیا میں ہر لحاظ سے سرخرو اور خوش وخرم رکھے اور آخرت میں اپنے قرب کی دولت سے فائز المرام فرمائے۔ آمین!

برادرانِ حلقہ! آپ کے سامنے ایک بہت بڑا کام ہے اس کو معمولی کام نہ سمجھئے۔ یہ کام لوگوں کے مشرکانہ عقائد کی اصلاح کا کام ہے اور ہر انسان اپنے عقائد کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہے اور اصلاح کرنے والوں کی جان کا دشمن ہو جاتا ہے۔ قدم قدم پر مقابلہ کرتا ہے اور رکاوٹیں ڈالتا ہے۔ اچھی طرح یاد رکھیے کہ آپ کو صرف عقائد ہی کی اصلاح نہیں کرنی چاہیے بلکہ ان بے ہودہ وفرسودہ رسوم کو بھی مٹانا ہے جو ہمارے معاشرہ کو گھن کی طرح کھائے جا رہی ہے۔ ہوا یہ ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد کو مسلمان بنانے والے علماء اور صوفیاء نے اسلامی عقائد وعبادات تو سکھا دیئے لیکن ان رسوم کو مٹانے کی مطلق کوشش نہیں کی جو ان میں کفر و جہالت کے زمانہ میں رائج تھیں اور ہزاروں خاندانوں میں آج تک جاری ہیں۔ دراصل رسوم کو مٹانا غلط مذہبی عقائد کی اصلاح سے بھی کہیں زیادہ مشکل ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ رسوم کی والہ وشیدا اور ان کو تقدس کے درجے تک ماننے والی زیادہ تر عورتیں ہوتی ہیں۔ عورتوں کی بھاری اکثریت جاہل اور طبعاً ضدی ہوتی ہے وہ کسی طرح بھی اپنے آباؤ اجداد کی رسوم کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتیں۔ ان کو سمجھانا اور ان رسوم کی برائیاں ان کے دل و دماغ میں بٹھا دینا بہت ہی مشکل کام ہے اور یہ میں نے آپ کو پہلے ہی بتا اور سکھا رکھا ہے کہ اصلاح کے کام میں زور، ظلم اور زبردستی سے کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی بلکہ کامیابی خدا کے بتائے ہوئے طریقے یعنی حکمت اور حسنِ تدبیر و نصیحت ہی سے ہوتی ہے اور سو فیصدی ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ عوام بلکہ اچھے اور اعلیٰ درجے کے تعلیم یافتہ حضرات بھی اس فرمودۂ خدا پر عمل کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ اصلاح کرنے کے لیے تو ایک اعلیٰ کردار اور مخصوص صفات رکھنے والے انسانوں کی ضرورت ہے۔ میں نے آپ کو انہی لائنوں پر تعلیم وتربیت دی ہے

اور ہمارے حلقہ کے کافی آدمی اسی کردار کے مالک اور ان صفات اعلیٰ سے موصوف ہیں۔

اصلاح کا کام بلکہ کوئی بھی بڑا کام ہو اس کے کرنے کے لیے سب سے پہلی چیز سچی اور پر خلوص طلب ہے۔طلب کے بغیر عمل کی قوت ہی پیدا نہیں ہوتی۔طلب پیدا ہونے کے لیے علم درکار ہے۔جب تک آپ کو علم نہیں ہوگا تو طلب کس طرح پیدا ہو سکتی ہے۔آپ کو مسلمانوں کے باطل عقائد اور جاہلانہ رسوم کی اصلاح کرنا ہے تو سب سے پہلے آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ صحیح اسلامی عقائد کیا ہیں جن کی ترویج جاہل مسلمانوں میں کرنا ہے اور یہ بات آپ کو صرف قرآن سے معلوم ہو سکتی ہے۔اس لیے سب سے پہلے آپ کو قرآن معہ ترجمہ پڑھنا چاہیے اور پھر جب صحیح عقائد معلوم ہو جائیں تو خود اپنی اصلاح کرنا اور پھر دوسروں کی اصلاح کے لیے قدم اٹھانا چاہیے قرآن پڑھنے اور سمجھنے میں بڑا وقت لگتا ہے اس لیے اگر کسی ایسے آدمی کا پتہ لگے جس نے قرآن کا مطالعہ کر کے صحیح عقائد معلوم کر لیے ہیں اور خود ان پر عمل پیرا بھی ہے تو پھر آپ کو اس شخص سے استفادہ کر کے اس کی پیروی کرنی چاہیے تا کہ آپ کا وقت بچ جائے اور جلد از جلد کام شروع کر سکیں۔ہادی یا مرشد کی ضرورت اسی لیے ہوتی ہے۔طلب کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ بہت شدید اور خلوص پر مبنی ہو۔طلب کی شدت یہ ہے کہ آپ کے دل و دماغ پر ہر وقت یہ فکر سوار رہے کہ یہ کام کرنا ہے اور اس کے سوائے دنیا کے اور سارے کام ہیچ نظر آئیں۔طلب کیلئے دوسری ضروری چیز خلوص ہے خلوص کا مطلب یہ ہے کہ یہ کام اپنی ذاتی شہرت یا مالی منفعت کیلئے ہرگز نہ کریں بلکہ اس کا شائبہ بھی دماغ میں موجود نہ ہو۔جو کچھ کرنا ہو محض خدا اور رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی کیلئے کیا جائے۔جب یہ سب کچھ ہو جائے تو اب عمل شروع ہوتا ہے۔عمل کیلئے ضروری ہے کہ پورے ذوق وشوق اور جوش وخروش سے لگا تار اور پیہم ہو اور اس میں کوئی وقفہ نہ پڑنے پائے کیوں کہ وقفے سے جوش اور ذوق میں کمی آ جاتی ہے۔اب آپ جو عمل شروع کریں تو آپ کے سامنے ہر وقت قرآن کی آیت لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى موجود رہنی چاہیے۔کہنے کو تو یہ

بہت چھوٹی سی آیت ہے لیکن درحقیقت ان چند الفاظ میں اعلیٰ انسانی کردار کو بنانے کے لیے بہت بڑی حکمت اور ہدایت موجود ہے۔ آیت کا ترجمہ ہے: ”انسان کیلئے اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ کوشش کیے جائے۔“ ان الفاظ میں یہ بات مضمر ہے کہ کوشش لگاتار اور پیہم ہو اور سخت ہو۔ یعنی آپ کے راستے میں کیسی ہی رکاوٹیں اور کتنی ہی دشواریاں پیش آئیں۔ آپ بے دل اور مایوس ہو کر کوشش نہ چھوڑ دیں۔ ان رکاوٹوں میں سب ہی کچھ شامل ہو سکتا ہے مثلاً خانگی پریشانیاں، بے روزگاری، غربت و افلاس، طرح طرح کی بیماریاں، عزیز و اقارب کا برا سلوک، طعنے اور استہزاء دشمنوں کی مخالفت اور ایذا رسانی، جسمانی تکالیف، مار ڈالنے کی دھمکیاں اور جان جانے کا خطرہ وغیرہ وغیرہ۔ آپ کی صداقت، طلب اور خلوص کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے ثبات میں لغزش نہ آئے آپ کے ارادے اور جوشِ عمل میں کمزوری واقع نہ ہو بلکہ آپ پہلے سے بھی زیادہ جوش و خروش سے قدم بڑھاتے چلے جائیں۔ اگر واقعی جان جانے کا خطرہ سامنے آئے تب بھی آپ کا ایڈوانس رکنے نہ پائے۔ اس وقت آپ قرآن کی اس آیت کو یاد کریں کہ ”ہر فرد اور قوم کی موت کا ایک وقت مقرر ہے اور جو وقت مقرر ہو چکا ہے موت اس سے نہ تو ایک منٹ پہلے آ سکتی ہے نہ بعد میں“۔ یہ ہے ایک انسان کامل کا کردار۔ مومن اسی طرح کام کیا کرتے ہیں۔

دوسری ہدایت اس آیت میں یہ ہے کہ تمہارے لیے صرف کوشش ہے۔ نتیجہ پر تم کو کوئی اختیار نہیں۔ وہ صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم لگاتار کوشش کرتے رہو لیکن یہ کبھی بھی خیال نہ کرو کہ نتیجہ بھی وہی نکلے گا جو تم چاہتے ہو۔ اس لیے اگرچہ نتیجہ تمہاری مرضی کے مطابق نکلے تو سبحان اللہ۔ خدا کا شکر ادا کرو لیکن اگر نتیجہ تمہاری مرضی کے خلاف نکلے تو بے دل مت ہو، حوصلہ مت ہارو، پھر کوشش کرو اس وقت تم کو قرآن کی اس آیت کی طرف رجوع کرنا چاہیے جس میں خدا نے فرمایا ہے کہ ”تم ایک چیز کو اپنے لیے پسند کرتے ہو لیکن خدا اس کو تمہارے لیے پسند نہیں کرتا۔“ اس لیے اگر وہ چیز تم کو نہ ملے یا وہ مقصد پورا نہ ہو تو یوں سمجھو کہ اگر وہ چیز تم کو مل

جاتی تو یقیناً نقصان رساں اور تکلیف دہ ہوتی ۔اس پر بھی شکر ادا کرو کہ اللہ نے تم پر بڑا فضل کیا کہ ایک بڑی تکلیف و پریشانی سے بچالیا۔ برادرانِ حلقہ! مجھے خود اپنی زندگی میں کئی مرتبہ ایسے مواقع پیش آئے کہ میں نے ایک دعا مانگی اور وہ قبول ہو گئی لیکن یہ میرے لیے نہایت نقصان دہ اور باعث پریشانی ہوا۔ اور میرا پچھلا ماضی کا کیا کرایا سب تباہ و برباد ہو گیا۔ ویسے بھی قرآن میں ہے کہ اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو۔ درحقیقت وہ حقیقی رجائیت (آپٹی مزم) کی تعلیم جو قرآن مسلمانوں کو دے رہا ہے۔ لیکن مسلمانوں نے تو قرآن کو گلدستہ طاقِ نسیاں بنا دیا ہے۔ اسے کوئی دیکھتا تک تو ہے نہیں، تعلیم پر عمل تو بہت دور کی بات ہے۔ زیادہ تر لوگ صرف عربی عبارت پڑھتے ہیں پھر اسے چوم کر رکھ دیتے ہیں۔ ان غریبوں کو کیا معلوم کہ اس میں زندگی کو خوشگوار اور کامیاب بنانے کے کیسے کیسے نادر خزانے بھرے پڑے ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ ہم یوں غافل پڑے ہیں اور دوسری اقوام انہی خزانوں کے تصرف سے ساری دنیا پر غالب آ گئی ہیں اور اب آسمانوں کو فتح کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اگر کسی مسلمان سے سائنسی اکتشافات اور نئی نئی حقیقتوں کی دریافت کا ذکر کیا جائے تو یہ بڑے فخر سے گردن اکڑا کر کہہ دیتا ہے کہ "یہ تو ہمارے قرآن میں بھی ہے۔" یہ اتنا نہیں سوچتا کہ "ہے"، "تو تجھ کو کیا"۔ "پدرم سلطان بود" فائدے تو نامسلم اٹھا رہے ہیں اور تم اسی طرح لنگوٹی میں پھاگ کھیلنے پر مگن ہو۔ ﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن﴾

نقوشِ مہر و وفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب: سید رحمت اللہ شاہ)

باباجانؒ وعظ فرمارہے تھے: اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔وہ کہتا ہے کہ
وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۔ (سورۃ الکھف ۵۰۔آیت ۱۶)
میں تمہاری شہ رگ سے بھی قریب تر ہوں۔نبی پاک ﷺ کی جو حدیث جبرائیلؑ ہے جسے حدیث احسان بھی کہتے ہیں اس میں ہے کہ جبرائیلؑ انسانی صورت میں آئے۔آپ ﷺ صحابہؓ کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔آکر سلام کیا اور نبی پاک ﷺ کے زانوں سے زانوں ملا کر بیٹھ گئے۔پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، یوم آخرت پر، اور اس کے رسولوں پر یقین رکھنا، یہ ایمان ہے۔(جبرائیلؑ نے) فرمایا: آپ ﷺ نے ٹھیک! فرمایا۔صحابہ کہتے ہیں کہ یہ عجیب سوال کرنے والا ہے کہ سوال کرتا ہے حضور ﷺ جواب دیتے ہیں تو وہ تصدیق کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے ٹھیک جواب دیا ہے۔ پھر پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی پابندی کرنا، یہ اسلام ہے۔پھر فرمایا: صَدَقْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰہ۔ اللہ کے رسول ﷺ آپ نے سچ فرمایا۔پھر پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فَاعْبُدُوا رَبَّكَ اَنَّكَ تَرَاہ۔ "اللہ کی عبادت اور بندگی اس طرح کر کہ گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہے"۔ خدا تیرے سامنے ہے۔اگر تو شروع میں نہیں دیکھ سکتا نہیں دکھائی دیتا، وہ تو دیکھ ہی رہا ہے۔ پہلی بات جو فرمائی وہ یہی تھی کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو۔

ایسا مرتبہ انسان کا ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی حضوری کا احساس اور اسے پختہ یقین ہوجائے کہ اللہ دیکھ رہا ہے پھر بندہ غلط کام کبھی کر ہی نہیں سکتا۔ دنیا میں بھی دیکھ لیں کہ فیکٹری میں ملازمت کرتا ہے تو فیکٹری کا مالک جو ہے دورے پر نکلا ہے، جو بندہ دھیان کر کے کام کر رہا ہے، وہ بڑے دھیان سے لگ جائے گا کہ کام کرے، کہیں وہ پیچھے نہ رہ جائے کہ وہ کہے کہ ایسے کیسے کر رہے ہو؟ وہ ایسے کام کا مظاہرہ کرے گا کہ وہ مالک کا ہو جائے۔ تم بھی ایسے ہو جاؤ کہ گویا خدا کو دیکھ رہے ہو۔ ایسی بندگی ہو کہ جیسے خدا کو دیکھ رہے ہو، اسے **احسان** کہتے ہیں۔

اسی احسان کے مرتبے کو حاصل کرنے کے لئے یہ سارے ذکر اذکار اور یہ ساری مشقتیں کی جاتی ہیں کہ آہستہ آہستہ مرتبہ احسان حاصل ہو جائے۔ وہ تو ہے ہی، ہمارا آئینہ جو ہے وہ اس کو دیکھ نہیں پاتا۔ دنیا کی محبت میں، اس کے عشق میں، ہماری خطاؤں اور گناہوں کی وجہ سے وہ آئینہ جو ہے وہ دھندلا جاتا ہے، صاف نہیں رہتا، اس میں وہ دکھائی نہیں دیتا۔ یہ صاف ہوجائے تو وہ۔۔۔

؎ دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار
بس ذرا سی گردن جھکائی اور دیکھ لیا

اس آئینہ کو صاف رکھنا بہت ضروری ہے۔ یہ صاف ہو تو وہ دکھائی دے گا۔ یہ عکس باہر سے تو ہر چیز کا آجاتا ہے۔ آئینہ ہو تو باہر والی دیوار کے ساتھ جو کچھ بھی لگا ہے، یہ جو پڑا ہے، کار کھڑی ہے، یہ سب تب بھی آرہی ہیں، آگے جو دیوار ہے وہ شفاف نہیں ہے۔ مولانا رومؒ نے مثنوی میں لکھا ہے کہ

''چینیوں اور رومیوں کے بڑے بڑے آرٹسٹ بادشاہ کے پاس آئے کہا کہ یہ بہت اچھی تصویریں بناتے ہیں۔ اس نے کہا ٹھیک ہے!! تمہارا امتحان لیا جائے گا۔ ایک بڑا ہال تھا۔ اس میں انہوں نے کہا کہ پردہ کرا دیا جائے۔ چینی اُدھر کام کریں گے اور ہم اس دیوار پر کام کریں گے آمنے سامنے آرٹ ہم بنائیں گے۔ رنگ بھریں گے، تصویریں بنائیں گے، پھول بھریں گے،

پھر آپ بعد میں دیکھئے گا کہ کس کی تصویر اچھی ہے۔ایک طرف چینیوں نے پوری دیوار اچھے اچھے پھول، رنگ اور بہترین جانور بنا کر بھر دی۔دوسرے جو تھے وہ یہ کام کرتے رہے کہ اس دیوار کو پالش کرتے رہے اور اس کو پالش کر کے آئینہ بنا دیا۔ایک دن، دو دن یا جتنا بھی تھا انہوں نے یہ کیا اور کہا کہ ہمارا کام پورا ہو گیا ہے۔دوسروں نے بھی کہا کہ ہمارا کام پورا ہو گیا ہے۔بادشاہ نے کہا کہ ٹھیک ہے یہ پردہ درمیان سے ہٹا دیا جائے، ہم دیکھیں گے کہ کس کی تصویر خوبصورت ہے؟ ایک طرف تصویر بنی تھی وہ بھی خوبصورت تھی، اس تصویر کا عکس جب آئینے میں پڑتا تھا تو وہ اور بھی خوبصورت لگ رہی تھی۔انہوں نے کوئی کام نہیں کیا، بس دیوار کو آئینہ بنا دیا۔

مطلب یہ ہے کہ ایک طریقہ ہے دل کو صاف کرنے کا کہ یہ آئینہ بن جائے تو اس میں سارا کچھ ہی دکھائی دینے لگے گا۔دل آئینہ بن جائے تو سارے حقائق اس کے اندر آ جائیں گے۔ قبلہ انصاری صاحبؒ کے پاس ایک مرید نیا نیا آیا تو اس کو خط میں ہدایات لکھیں۔یہ خط ہمارے پاس ہے۔اس کو لکھا کہ دیکھو جلدی نہ کرو۔جلدی سے خرابی پیدا ہوتی ہے۔آہستہ آہستہ Speed سے چلو۔نتائج جو ہیں اس سے اچھے نکلتے ہیں۔ہر بھائی جو بیعت ہوتا ہے میں اسے کہتا ہوں کہ تمہارا اخلاق جو ہے وہ سب سے اچھا ہونا چاہئے۔زبان جو ہے وہ شائستہ ہو۔جملے جو ہیں وہ شائستہ ہوں۔نرم مزاجی اور بردباری ہو۔یہ اپنے اندر پیدا کرو۔اللہ کی محبت سے ہو گا۔بابا جیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ) نے لکھا کہ اگر کسی مہمان کو اپنے گھر بلانا ہو، کوئی رشتہ داری کرنی ہے تو کہتے ہیں کہ دیکھو جو انہوں نے رشتہ دیکھنے آنا ہے، ذرا صفائی کر لیں۔ جھاڑو دیتے ہیں، گند ہٹاتے ہیں، لکڑیاں پڑی ہیں تو ان کو ہٹا دیتے ہیں کہ ٹھیک ہو جائے۔ جھاڑو سے مٹی ہٹاتے ہیں۔چونا کراتے ہیں پھر پردے لگواتے ہیں۔گلدستے اور یہ اور وہ کہ ہمارے مہمان آ رہے ہیں۔پھر انہیں دعوت دیتے ہیں کہ آئیں جی آپ ہمارے گھر فلاں دن۔ بابا جیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ) نے لکھا ہے کہ یہ دل جو ہے یہ اللہ کا گھر ہے۔ جیسے میاں محمد بخش نے کہا ہے کہ

مسجد ڈھا دے، مندر ڈھا دے، ڈھا دے جو کجھ ڈھیندا
پر دل نہ کسی دا ڈھانویں بندیا، رب دِلاں وچ رہندا

یہ دل جو ہے یہ اللہ کا گھر ہے۔ باباجیؒ نے کہا کہ اسے بھی سجاؤ جیسے مکان کی صفائی کرتے ہیں مٹی، گند ہٹا کے، اس طرح پہلے اس دل کا گند نکالو۔ فرمایا: دل کا گند جو ہے یہ غیبت، غصہ، غرور، اور تکبر یہ سب دل کا گند ہوتا ہے۔ اس کو نکالو۔ میں بڑا ہوں، میرا بڑا خاندان ہے، تجھے پتا نہیں! ہم فلاں اور ہم فلاں۔ اللہ کے عاجز بندے بن جاؤ۔ نبی پاک ﷺ نے بھی فرمایا کہ مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہنا۔ دوسری قوموں نے اپنے انبیاء کی شان بڑھا کر کہا کہ یہ خدا کا بیٹا ہے فرمایا کہ میرے لئے ایسا نہ کرنا۔ میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں۔ میرے لئے یہی کہنا کہ عَبۡدُہٗ وَرَسُولُہ۔ ہمارا رسول جو ہے وہ اللہ کا عبد ہے اور رسول ہے۔ فرمایا کہ میری شان میں ویسی کوئی بات نہ کہنا۔

اللہ کے عاجز بندے بن کے رہو۔ عاجزی وانکساری اختیار کرو۔ اس دل میں سے یہ گند جو ہے پہلے یہ نکالو پھر اس گھر کو اللہ تعالیٰ کی نمازوں سے، اس کے ذکر سے اس کی سفیدی کرو۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ دل کی صفائی کے لئے ذکر ہے۔ ہر چیز کو صاف کرنے کے لئے کوئی مصالحہ، کوئی صابن، کوئی کیمیکل بنا ہوتا ہے۔ یہ مشینیں جو ہیں یہ کام کرتی ہیں جیسے کپڑے دھوتے ہیں، ایسے ہی جب ذکر کرو گے تو اس دل میں جو زنگ اور میل جم جاتی ہے، یہ صاف ہو جائے گی۔ بالکل آئینہ بن جائے گا۔ باباجیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ) نے لکھا کہ اس دل کو عبادت اور ذکر سے پالش کرو۔ صفائی کرو، اس کے بعد اسے Decorate کرو۔ فرمایا کہ اخلاقِ حسنہ کے پھولوں سے اس کو سجاؤ۔ اللہ کی یہ پیاری پیاری صفات جو ہیں، رسول اللہ ﷺ اس کا نمونہ تھے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

تَکَلَّفُ بِاَخلَاقِ اللّٰہِ۔　(اپنے اندر اللہ جیسے اخلاق پیدا کرو۔)

جیسے وہ رحیم و کریم ہے، تم بھی رحیم و کریم بن جاؤ۔ وہ پردہ پوش ہے، تم بھی پردہ پوش بن جاؤ۔ وہ سب کو دینے والا ہے، تم بھی سب کو دینے والے بن جاؤ۔ اگر ہمارے اخلاق ایسے ہوں گے کہ وہ دینے والا ہے اور ہم چھیننے والے بن جائیں، پیچھے لے آئے، گنتو ڑلائے، پیسے مار لئے، پھر تو ہماری دوستی نہیں ہو سکتی۔ وہ پردہ پوش ہے اور ہم ظاہر کرنے والے بنیں کہ کسی کی کوئی بات معلوم ہو تو ہم آگے بتائیں کہ اس نے یہ کر دیا، اس نے وہ کر دیا۔ جیسے وہ اپنی مخلوق پر رحم کرنے والا ہے، تم بھی رحم کرنے والے بن جاؤ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ''جو چھوٹوں پہ شفقت نہیں کرتا، بڑوں کی عزت نہیں کرتا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' وہ میرا اُمتی نہیں ہے۔ ہر ایک سے محبت کرنے والا ہو، فرمایا کہ تم بھی یہ کرو۔ وہ صفات جو رسول اللہ ﷺ میں ہیں، ان کو تم بھی اپناؤ۔ اگر تمہیں اللہ کا قرب چاہئے تو اخلاق حسنہ کے پھولوں سے اس دل کو سجاؤ۔ بابا جیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ) نے لکھا کہ ان میں محبت اور صداقت کے پھول سب سے اچھے ہیں۔ محبت اور صداقت سے اس گھر کو سجاؤ۔ فرمایا کہ پھر دیکھو کیسے نہیں آتے اللہ میاں۔ اس دل کو اس قابل بناؤ تو سہی۔ بناؤ گے تو وہ ضرور آئے گا۔

یہی کوشش کرنی ہوتی ہے کہ اللہ کا ذکر کریں، اپنے آپ کو پاک کریں۔ نبی پاک ﷺ نے مثال بھی دی: صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے پوچھا کہ ایک آدمی کے گھر کے سامنے سے نہر بہہ رہی ہو، وہ اس میں دن میں پانچ بار نہائے تو کیا اس کے جسم پر میل باقی رہ سکتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں رہ سکتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی حال نماز کا ہے۔ نماز جو ہے اللہ کی رحمت کی نہر ہے۔ جو آپ کے دروازے کے سامنے بہہ رہی ہے۔ آپ کو اس میں دن میں پانچ بار نہانے کا موقعہ ہے۔ جو بھی نماز پڑھتے ہیں، یہ چھوٹی چھوٹی غلطیاں، خطائیں جو ہم سے بغیر ارادے کے بھی ہوتی رہتی ہیں، وہ ساتھ ساتھ دھلتی چلی جاتی ہیں، انسان پاک ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ تم ایسا کرو گے تو بدن صاف ہو جائے گا۔ اس کی مٹی گناہوں کی میل ہے جو دُھل جائے گی۔ تم نماز پڑھو گے تو یہ سب صاف ہو جائے گا۔ اللہ کا ذکر کرو گے تو یہ میل کچیل جو جمی ہے،

پرانے گناہ ہیں تو یہ صاف ہو جاتے ہیں۔ جیسے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب انسان گناہ کرتا ہے تو دل میں ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ پھر وہ کرتا ہے تو ایک اور نقطہ پڑ جاتا ہے۔ مسلسل گناہ کی زندگی بسر کرے گا تو اس کا دل کالا ہو جائے گا۔ اس کے اوپر ایک سیاہ Cover چڑھ جائے گا۔ لالٹین کی چمنی بھی جب کالی ہو جاتی ہے تو اس میں سے روشنی باہر نہیں آتی، اس کو صاف کریں گے تو روشنی آئے گی۔ ایسے دل میں نور بھی داخل نہیں ہو گا۔ اللہ کہتا ہے کہ ہم ان کے دلوں پر مہر کر دیتے ہیں۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

(سورۃ البقرہ ۲۔ آیت ۷)

نور اندر داخل ہو ہی نہیں سکتا۔ اس دل کو صاف کرتے رہیں گے تو وہ چمکدار رہے گا۔ روشنی اس کے اندر جائے گی۔ فرمایا کہ ذکر کرو تا کہ وہ صاف ہو جائے۔ اس ذکر سے یہ دل دُھل جاتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ سارا سلیبس دیا ہوا ہے۔ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ میرے دین میں، اسلام میں، دنیا کو چھوڑ کر باہر کہیں جنگلوں میں جا بیٹھنا، اس کی اجازت نہیں ہے۔ رہبانیت اسلام میں منع ہے۔ دنیا کے سارے کام کرتے ہوئے، دنیا کے سارے حقوق ادا کرتے ہوئے، حقوق اللہ اور حقوق العباد پورے کرتے ہوئے اللہ کی محبت کا راستہ طے کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی ایسا کیا اور آپ ﷺ کے صحابہؓ نے بھی یہی کیا۔ آپ ﷺ نے جنگیں لڑیں، یہ آپ ﷺ کے ساتھ رہے، حکومتیں کیں۔ اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کی حکمرانیاں سنبھالیں، کئی کئی شادیاں کیں۔ ایک نہیں، چار چار، پانچ پانچ، دس دس شادیاں کیں۔ بچے ایسا نہیں کہ بچے دو ہی اچھے۔ ان کے بچے بھی بہت سے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چالیس بچے تھے۔ سب کے گھر بار بھی تھے، شادیاں بھی کیں، بال بچے بھی تھے لیکن ولایت کے میدان میں وہی سردار تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے نقشبندیہ سلسلہ چلتا ہے۔ باقی جتنے سلسلے ہیں وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آتے ہیں۔ ولایت میں بھی وہ سب کے سردار تھے لیکن دنیا کو چھوڑ کر نہیں بھاگے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا طریقہ یہی ہے۔اسی میں رہتے ہوئے کام کرو، دل میں بڑی قوت پیدا ہوتی ہے۔جب رکاوٹ ہوگی تو قوت بھی اسی لحاظ سے پیدا ہوتی ہے۔ثواب بھی اسی حساب سے ملتا ہے۔جتنا کام مشکل ہوگا، اتنا ہی اس کا اجر زیادہ ہوگا۔آسان کام ہے تو اس کا اجر بھی کم ہے۔یہ مشکل کام ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے اللہ اللہ کرنا، تمام حقوق ادا کرنا، قدم قدم پہ رکاوٹیں ہیں، انسان اللہ کی محبت میں یہ طے کرتا ہے۔رکاوٹیں ہیں، نماز میں بھی ہیں، اس کو بھی نہیں چھوڑنا چاہئے۔حلال رزق کمانے میں بھی رکاوٹیں ہیں، اس کو بھی نہیں چھوڑنا۔رزق حلال میں بھی جو مشکل آتی ہے، بندہ اسے خدا کی محبت میں Face کرتا ہے۔

ہمارے مرشد (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ) نے جب یہ سلسلہ بنایا تو انہوں نے کہا کہ ایسا بنایا جائے کہ ہر آدمی جو ہے وہ اس سے فائدہ اُٹھا سکے۔اتنا لمبا وظیفہ جو راتوں کو جاگنے والا ہو تو وہ کون کرے گا۔صبح سے شام تک تو روٹی کی فکر میں بندہ لگا ہوا ہے۔کلرک بھی لگا ہوا ہے، فوجی بھی لگا ہوا ہے، تاجر بھی لگا ہوا ہے، زمیندار بھی لگا ہوا ہے۔باباجی (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ) نے فرمایا کہ یہ ایک دو تسبیح ہے، بس اتنا ہی کرنا ہے۔یہ جوش وخروش کے لئے ہے۔اصل ذکر وہ ہے جو ہر وقت کام کاج کے دوران، کاشتکاری کے دوران، کام کے ساتھ ہر وقت ذکر کرتے ہیں۔وہ جو اللہ نے سورۃ الحشر ۵۹۔آیت:۱۹ میں فرمایا:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُوْلَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ.

ترجمہ: ’’اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے، وہ فاسق ہیں۔‘‘

اہل ایمان کو کہا گیا ہے کہ ایسے نہ ہو جانا جو اللہ کو بھول گئے۔وہ اللہ کو بھول گئے! اللہ نے ان کو اپنے آپ سے بھلا دیا۔ان کو یاد نہیں رہا کہ وہ کیا ہیں؟ دنیا میں کس لئے آئے ہیں؟ کہاں جانا ہے؟ کہا ہم نے ان کو اپنا آپ بھلا دیا۔ان کو ہوش ہی نہیں ہے۔ان کو منزل کا تعین ہی نہیں رہا کہ یہاں میں کس لئے آیا ہوں۔

خدا کو ہمیشہ یاد رکھو

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَا اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔

(سورۃ المنافقون ۶۳۔آیت:۹)

اے اہل ایمان! ایسا نہ ہو کہ تمہارے مال اور اولاد کی محبت تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل کر دے۔

دنیا میں اپنے مال اور اولاد کے لئے سب جدو جہد کرتا رہا۔ وہ اسے اکٹھا کرتا رہا۔ نہ میرے کام آئے گی، نہ تیرے کام آئے گی، یہ میرے بچے کھائیں گے، اسی میں لگا رہا۔

خدا کے ذکر سے تمہیں غافل نہ کردے

وَمَن یَفْعَلْ ذَلِکَ فَأُوْلَئِکَ ھُمُ الْخَاسِرُونَ۔ (سورۃ المنافقون ۶۳:آیت ۹)

"جس نے ایسا کیا وہ خسارہ پانے والوں میں ہوگا"۔ ان کی خاطر اس نے اللہ کو بھلا دیا اس کو ہمیشہ یاد رکھو۔ اس کو ہمیشہ Priority پر رکھو۔ اگر یاد کرتے رہو گے تو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا۔ خدا کہتا ہے کہ جب بندہ مجھے ایک دفعہ یاد کرتا ہے تو میں دس دفعہ اسے یاد کرتا ہوں بندہ ایک قدم میری طرف آتا ہے تو میں دس قدم اس کی طرف چلتا ہوں۔ لیکن وہ پہلا قدم آپ نے ہی اٹھانا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ دس قدم میں اٹھاؤں گا لیکن پہلا تم نے اٹھانا ہے۔ اگر پہلا بھی اس نے اُٹھایا تو تمہیں کس چیز کا اجر ملے گا؟ اجر اسی بات کا ملے گا کہ میرے بندے نے خود فیصلہ کر کے ایک قدم اٹھایا ہے اور میری طرف آیا ہے۔ باقی ساری کائنات اور ساری مخلوق جو ہے، یہ اللہ کے قانون میں بندھی ہوئی ہے۔ یہ اِدھر اُدھر نہیں کرتے۔ چڑیا ہو، گائے ہو، یا کوئی جانور ہو جیسے صدیوں سے اللہ نے جو ڈیوٹی دے دی ہے، وہ اس کے اندر ہی بندھی ہوئی ہیں۔ نہ کسی نے زندگی کا Pattern change کیا ہے نہ یہ اپنی زندگی میں تبدیلی لائے ہیں۔ ویسے دودھ دیتی ہے، ویسے بچے دیتی ہے، ویسے کھانا پینا، آگے بھی یہی رہے گا۔ انسان جو ہے یہ زندگی کو روز بدلتا ہے۔ ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان

نئے نئے مکان، نئی نئی چیزیں، نئی نئی گاڑیاں۔وہ بدل رہا ہے، اللہ کے راستے میں جو اللہ نے عقل دی ہے۔بصیرت دی ہے۔رسول اللہ ﷺ کو فرمایا کہ آپ کو داروغہ بنا کر نہیں بھیجا۔ آپ کا کام ہے پیغام پہنچا دینا: عَلَیکَ البَلاغ۔

پیغام کو پہنچا دیں، یہ کرنا ہے!! اس کے بعد دوبارہ زندگی ہے، جینا ہے۔اچھے عمل کریں گے تو یہ اجر ملے گا۔برے کریں گے تو یہ سزا ملے گی۔

فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلاَغُ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ۔ (سورۃ الرعد ۱۳۔آیت ۴۰)

آپ سے نہیں پوچھا جائے گا کہ یہ لوگ ادھر کیوں نہیں گئے۔یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لائے، وہ ہم پوچھیں گے۔اس کو عقل دی، سمجھ دی۔اتنی عقل کہ سب سے اعلیٰ مخلوق، فرشتے تھے تو انہوں نے سجدہ کیا۔اس کو تسلیم کیا کہ واقعی اللہ تو نے بڑا اچھا ماڈل بنایا ہے۔

اللہ نے ٹیسٹ بھی کرایا۔فرشتوں کے سامنے چیزیں پیش کیں، ان سے کہا کہ ان کے نام بتاؤ، وہ نہیں بتا سکے۔آدمؑ سے کہا کہ تم بتاؤ۔آدمؑ نے سب بتا دیے۔کہا کہ یہ آدمؑ ہے۔کہا کہ اس کو سجدہ کرو۔فرشتوں نے سجدہ کیا کہ واقعی یہ Superior ہے۔دنیا میں جسے اللہ عقل دے کر Superior کرے تو پھر وہ نیچے کیسے آسکتا ہے۔اس کو Superior اللہ نے ہی بنایا ہے۔

کلاس میں بچوں کے جو ٹیسٹ ہوتے ہیں تو اس میں پتا ہوتا ہے کہ بورڈ میں پہلی پوزیشن جو ہے وہ ہمارے کالج کی ہے، وہ تو لیں گے ہی۔جب ان کالج والوں نے ٹیسٹ کر کے بندے لئے ہیں تو وہ اتنے اچھے تو ہوں گے ہی کہ پہلی پوزیشن لے سکیں۔جب اللہ نے اس آدمؑ کو Select کیا ہے، اللہ نے اس کو عقل دی، شعور دیا، اشرف المخلوقات بنایا، فرشتوں نے بھی سجدہ کیا، تو پھر یہ کیسے فیل ہوسکتا ہے؟ اس کا امتحان ہے، فیل ہوگیا تو باہر ہے، ناکام ہو جائیگا۔ اس کو خود اپنی عقل کو استعمال کرنا ہے۔اس کو اپنی بساط کے مطابق استعمال کرنا ہے اور اس پر چلنا ہے یہ اس کی زندگی کا ٹیسٹ ہے۔یہ خلافت ارضی ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلاَئِفَ الأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَا آتَاکُمْ إِنَّ رَبَّکَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِیْم. (سورۃ الانعام ۶ ۔آیت ۱۶۵)

وہ اللہ جس نے تمہیں زمین میں خلافت دی ہے تا کہ تمہیں آزمائے ۔جو کچھ تمہیں دیا ہے،اس میں تمہارا ٹیسٹ ہے کہ تم کیا کرتے ہو؟ دادا کے پاس جاگیر تھی تو اس کا ٹیسٹ تھا۔ ٹائم گزر گیا،خان صاحب ہیں،شاہ صاحب ہیں،جوئیہ صاحب ہیں،آگے آبادی چل رہی ہے۔ میرے دادا چلے گئے،میرا باپ ان کی جگہ بیٹھا تھا۔جائیداد،کاروبار،یہ ہر چیز کی اس کو خلافت مل گئی ۔اس کا ٹیسٹ تھا کہ اس نے کیا کیا؟ اب تمہاری باری ہے،ان کا ٹائم ختم !تو کہا چلے جاؤ۔ آگے والوں سے کہا کہ اب تمہاری باری ہے۔تم کیا کرتے ہو؟ یہ فرمایا کہ تمہیں خلیفہ بنایا تا کہ جو کچھ تمہیں دیا ہے اس میں تمہارا ٹیسٹ ہو،دیکھا جائے کہ تم کیا کرتے ہو؟باری باری یہ خلافتِ ارضی سب کو ملتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اس لئے فرمایا کہ کوئی مالک جو غلام خرید کر لایا ہے، اس کی بکریاں چراتا ہے،اس سے اس کی بکریوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں غلام ہوں،میری تو جائیداد ہی کوئی نہیں ہے، میں تو آپ ہی نوکر ہوں۔فرمایا کہ وہ بکریاں اس کے تحت ہیں۔جب وہ گھر سے چلتا ہے تو بکریوں کا مالک اصل میں وہی ہوتا ہے۔ وہ صبح انہیں صحیح جگہ لے کر جاتا ہے؟ جس طرف چارہ،پتے،یا ان کی خوراک ہے یا غلط جگہ پہ لے کر جاتا ہے؟ اس سے پوچھا جائے گا۔جب انہیں پیاس لگتی ہے تو اسے احساس ہوتا ہے کہ اب ان کو پانی کی ضرورت ہے؟انہیں کسی نالے پہ لے جاؤں۔جب دھوپ لگتی ہے تو اسے احساس ہوتا ہے کہ انہیں کہیں سایہ دار جگہ پہ لے جاؤں؟ فرمایا کہ اس کی بکریاں ہی اس کے لئے ٹیسٹ ہیں،جو کچھ اس کے تحت ہے،وہی اس کی ملکیت ہے۔ہر جگہ دکانوں میں،چوراہوں پہ، اور درختوں پہ لکھا ہوتا ہے: کُلُّکُم رَاعٍ وَّ کُلُّکُم مَّسْئُولٌ.

ترجمہ: ’’تم میں ہر بندہ حکمران ہے اور اس کی حکمرانی کے بارے میں اس سے سوال ہوگا۔‘‘ یہ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔ہر بندہ سردار ہے۔کمزور ہے یا جیسے ہے،کہتا ہے کہ مجھے سرداری کہو۔

ہر بندہ حکمران ہے۔ ہر ایک سے جو بھی اس کے ماتحت ہے اس کے بارے میں سوال ہو گا۔ جو چھوٹا ہے اس سے تھوڑا سوال ہو گا، جو بڑا ہے، اس کے لمبے لمبے پرچے ہوں گے۔ یہ ہمارا ٹیسٹ ہے اور ہمیں ہی اس کا جواب دینا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی ایسے ہی کیا، آگے اُمت کو بھی یہی حکم ہے کہ تمام دنیا تک میرے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرا پیغام پہنچایا، اس کے بعد آگے اُمت نے یہ کام کرنا ہے۔ اُمت کے جو باقی کافر ہیں مسلمانوں کی ڈیوٹی ہے کہ ان تک میرا دین پہنچائیں۔ تمہیں خیر الامت بنایا ہے۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ .

لوگوں کے لئے تیار کیا ہے آگے میرے دین کو تم نے پہنچانا ہے۔

تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ . (سورۃ آل عمران ۳۔ آیت ۱۱۰)

اس دنیا میں نیکی کو پھیلاؤ۔ برائی کو روکو بھی، وہ تم نے کرنا ہے۔

وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا . (سورۃ البقرہ ۲۔ آیت ۱۴۳)

رسول ﷺ تم پہ گواہی دیں گے کہ یا اللہ میں نے تیرا دین ان تک پہنچا دیا۔

حضور ﷺ نے حجتہ الوداع کے خطبے میں پوچھا کہ میں نے اللہ کا دین تم تک پہنچا دیا ہے؟ سب نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے پہنچا دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! گواہ رہنا، یہ مان رہے ہیں کہ میں نے ان تک بات پہنچا دی ہے۔ آگے آپ ﷺ نے کہا کہ میرے بعد تم لڑ نہ پڑنا کہ کہیں گردنیں مارنے لگو یا کافر ہو جاؤ۔ یہ دن، آج کا دن، عرفہ کا دن، یہ مہینہ، یہ جگہ، جس طرح یہ حرام ہے، اسی طرح مسلمان کا مال، جان اور آبرو تم پر حرام ہے۔ اسی طرح کرنا جیسے اب ہے۔ یہ بھی فرمایا گیا کہ

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ . (سورۃ البقرہ ۲۔ آیت ۱۴۳)

تم پوری انسانیت کی گواہی دو گے، یہ ہے اللہ کا دین، اس کے مطابق زندہ بھی رہو اور اس پیغام کو آگے بھی پہنچاؤ۔ مارنا نہیں ہے۔ پریم سے بات کرنی ہے۔ اس کا طریقہ قرآن میں لکھا ہے۔

أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ. (سورۃالبقرہ ۲۔آیت ۱۸۶)

اچھی اچھی نصیحتوں سے ، پیاری پیاری باتوں سے اللہ کی طرف بلاؤ۔نہیں مانتے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ کوئی بات نہیں ،چند دن کی بات ہے،میرے پاس آہی جائیں گے، میں انہیں بتا دوں گا کہ کیا کیا کرتے رہے ہیں۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى. (سورۃالفاطر ۳۵۔آیت ۱۸)

اورکوئی بوجھ اٹھانے والا کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔تم میرے پاس آجاؤ گےتو میں تمہیں بتا دوں گا کہ یہ صحیح تھے،یہ غلط تھے۔یہ سوفیصد صحیح تھے۔یہ اسّی فیصد صحیح تھے۔اس چیز پرلڑنا نہیں ہے قوت برداشت ہونی چاہئے۔آخری دنیا میں اسلام کی تبلیغ جو ہے یہ پہنچانی ہے۔یہ کام آپ ﷺ کی اُمت نے قیامت تک کے لئے کرنا ہے۔قیامت تک کے لئے نبی پاکﷺ کا دور ہے،ان کا دور ہےتو یہ اُمتِ دعوت آپﷺ ہی کی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ آپﷺ خاتم النّبیین تھے۔نبی ختم ہو گئے۔نبوت ختم نہیں ہوئی آپﷺ کی نبوت تو جاری ہوگئی۔اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔حضورﷺ کی نبوت ہی ہے قیامت تک۔اب اسی کتاب کی دائمی حکمرانی قیامت تک قائم ہوئی ہے۔حضورﷺ کی نبوت ہی قیامت تک جائے گی۔یہ نبوت تو جاری ہوگئی۔یہ ساری نبوت حضورﷺ ہی کی ہے۔اور کوئی بندہ نبوت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔بزرگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے اوراس سے بندہ پوچھ لے کہ تیری نبوت کی کیا نشانیاں ہیں تو کہتے ہیں کہ وہ بندہ کافر ہو جاتا ہے۔کیوں نشانیاں پوچھے؟ جب پتا ہے کہ آپﷺ کے بعد کوئی نبی آہی نہیں سکتا تو پھر کیوں کوئی نشانیاں پوچھے؟ کوئی نشانی نہیں ہے۔بے شک کوئی ہوا میں اڑتا ہے، آگ میں چلے،تو اس کو دیکھو کہ میرے طریقہ پر ہے کہ نہیں؟ اگر میرے طریقہ پر ہےتو یہ میری کرامت ہے۔اگرنہیں ہےتو پھر جوتے مارو،وہ جھوٹا ہے۔یہ کرنے والی باتیں ہیں۔

تقرب الٰہی

(عبدالرشید ساہی)

خالق کے ساتھ مخلوق کا قرب کسی فارمولے کا محتاج نہیں ویسے تو ہر مخلوق اپنے خالق سے متعلق رہتی ہے لیکن مقرب کا درجہ اس کے اپنے فضل ہی کا نام ہے مقرب کا تقرر ذات حق کے اپنے فیصلے کا نام ہے اس سے قطعاً یہ مراد نہیں کہ اللہ کریم کسی کافر یا باغی کو مقرب بناتا ہے بالکل نہیں اللہ تعالیٰ اگر کسی کافر کو مقرب بنانا چاہے تو پہلے اس کو ایمان کی دولت عطا کرتا ہے۔ یہی واردات عمر بن خطاب کے ساتھ ہوئی ان کو ایمان کی دولت عطا فرما کر مقرب بنا دیا گیا نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے۔ یہ صاحب کی عطا ہے اور اس کے فضل کی بات ہے۔ عمرو بن ہشام کو ابو جہل بنا دیا گیا یہ اس کے غضب کی بات ہے۔ وہ بے نیاز ہے اللہ اکیلا ہی غنی ہے۔ باقی سب فقیر ہیں اس کے دروازے کے گداگر ہیں اسی طرح جو معاشرہ اخلاقی طور پر انحطاط پذیر ہو باغی ہو اسے بالعموم تباہ کر دیا جاتا ہے لیکن اس فارمولا کو ہر برے معاشرہ پر لاگو نہیں کیا جاتا اسلام سے قبل عرب کا معاشرہ ہر برائی رکھتا تھا تباہ ہونے کے قابل تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل بے پایاں سے اسے اپنی رحمت عطا کر دی بلکہ رحمۃ اللعالمین عطا فرما دیئے باغی معاشرہ پر اللہ کی رحمت کی بارش بدنصیبوں کو خوش نصیبی کی خلعت اس کے کام وہی جانتا ہے تقرب حاصل کرنے کا عمل کوئی عمل نہیں۔ یہ فضل کا مقام ہے اس کی رضا کی بات ہے۔ وہ خالق مطلق ہے جو چاہے کرے جیسے کرے وہ کسی کے سامنے جوابدہ نہیں وہ چاہے تو کسی کو ظلمت سے نکال کر نور میں داخل کر دے چاہے تو کسی کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے اور چاہے تو کبھی کبھی شان بے نیازی، کسی کے اعمال یکسر ضائع کر دے۔ ابلیس حکم عدولی کرے تو اسے ہمیشہ کے لیے لعین و رجیم قرار دیا جائے لیکن اگر آدمؑ کسی حکم کے پابند نہ رہ سکیں تو انہیں خلافت ارضی کے سفر پر

روانہ فرما دیا جائے تقرب کی منزل عجب منزل ہے تقرب الٰہی کے جلوے نارِ غرور میں بھی حاصل ہو سکتے ہیں مصر کے بازار میں بکنے والے غلام کو ایسا مقرب بنا دیا جاتا ہے کہ اس کا قصہ احسن القصص بن کر رہ جاتا ہے۔ تقرب کی داستان کربلاؤں کا سفر طے کر سکتی ہے۔ تقرب کا فارمولا شہید کے خون سے لکھا جاتا ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

یتیم کے فاقوں سے تقرب کے نسخے مرتب ہو سکتے ہیں۔ ہر ماننے والے مومن کے دل میں تقرب الٰہی کی خواہش موجود رہتی ہے۔ انسان عبادت کرتا ہے اس کے حکم کی اطاعت کرتا ہے اس کے تقرب کی آرزو کرتا ہے لیکن ہر مومن یکساں طور پر مقرب نہیں ہوتا۔ نہ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا قرب عطا کرنے کیلئے قرآن حکیم میں نسخہ عطاء فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:

"میرا ذکر کثرت سے کرو تاکہ کامیاب ہو سکو"۔

میاں محمد بخش فرماتے ہیں:

اول حمد ثناء الٰہی جو مالک ہر ہر دا
اس دا نام جتارن والا کسے میدان نیں ہردا

اللہ کو یاد کیا جائے کثرت کے ساتھ۔ بندہ مومن کے دل میں جب پوری طرح سے اپنے پروردگار کا خیال بس جاتا ہے تو پھر وہ مقررہ اوقات میں ہی کوئی عبادت کر لینا کافی نہیں سمجھتا بلکہ ہمہ وقت اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھتا ہے۔

ہر وقت تصور ہے تیرا ہر وقت سرور و مستی ہے

مقرب ہر معاملہ زندگی میں اپنے رب سے مدد چاہتا ہے ہر آفت آنے پر اس کی رحمت کا طلبگار رہتا ہے ہر مشکل میں اس سے رجوع کرتا ہے۔ سوتا ہے تو اس کو یاد کرتا ہے اور اٹھتا ہے تو اس کا نام لیتے ہوئے اٹھتا ہے۔ غرض ہر موقع اور ہر معاملہ میں اس کی زبان پر اللہ ہی کا نام ہوتا ہے

برائی سے بچتا ہےتو اللہ کو یاد کرتا ہے اس کا ارتکاب کر بیٹھتا ہےتو اللہ کو یاد کرتا ہے اور فوراً اس سے رجوع کے لئے بیتاب ہوجاتا ہے۔ ذکر کی ایک صورت فکر بھی ہے۔خدا تعالیٰ کی اس دنیا کو دیکھیں اور غور فرمائیں تو اس میں ہزاروں مخلوقات ہیں۔پھر عقل انسانی اور اس کے کرشمے ہیں سمندر کا طلاطم ہے، دریاؤں کی روانی ہے لہلہاتا سبزہ اور آسمان سے برستا ہوا پانی ہے۔لیل ونہار کی گردش ہے۔ہوا اور بادلوں کے تصرفات ہیں۔آسمان کی گردش اور اس میں بسنے والی خلقت اور ان کی حیرت انگیز مسافت ہے۔ان کی نفع رسائی اور فیض بخشی ہے۔ان کی مقصدیت اور حکمت ہے پھر انفس اور آفاق میں خدا کی وہ نشانیاں ہیں جو ہر آن نئی شان سے نمودار ہوتی ہیں۔ بندہ مومن ان آیات الٰہی پر غور کرتا ہےتو اس کے دل ودماغ کو یہ خدا کی یاد سے بھر دیتی ہیں۔ چنانچہ وہ پکار اٹھتا ہے پروردگار یہ کارخانہ تو نے عبس نہیں بنایا۔یہی فکر تقرب الٰہی کی نشانی ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

اے حلقہ درویشاں وہ مردِ خدا کیسا
ہو جس کے گریباں میں ہنگامہ رستاخیز
جو ذکر کی گرمی سے شعلے کی طرح روشن
جو فکر کی سرعت میں بجلی سے زیادہ تیز

عجب بات ہےتو اللہ کے قرب میں جانے کا مشتاق ہے لیکن اس کی سب سے پیاری نشانی سے نفرت کرتا ہے۔اللہ کے مقرب انسانوں کے قریب رہتے ہیں۔انسان کا قرب ہی اللہ کا قرب ہوتا ہے۔وہ تو اللہ کے قریب تھا مگر آدم علیہ السلام کے قریب ہونے سے منکر ہوا۔اس کا حشر تو سب کو معلوم ہے اللہ سے پیار کرنے والے اللہ کے کام سے پیار کرتے ہیں۔خالق کا ادب کرنے والے اس کے عمل سے محبت رکھتے ہیں۔اور خالق کا عمل مخلوق کو پیدا فرمانا ہے۔اللہ کریم نے بڑے وثوق سے انسان کو تخلیق فرمایا۔اور پھر اس کو احسن تقویم کہا گیا۔اللہ جب کسی کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرماتا ہےتو اسے مخلوق کی خدمت اور مخلوق سے محبت کا رستہ عنایت فرماتا ہے۔

کرو مہربانی تم اہلِ زمین پر

خدا مہرباں ہو گا عرشِ بریں پر

اللہ نے اپنے سب سے پیارے انسان، اپنے محبوب انسان کو سب جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔ اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اور حضور ﷺ اللہ سے محبت فرماتے ہیں اور آپ مخلوق کیلئے باعث رحمت ہیں اللہ کے تقرب کی راہ مخلوق کی خدمت اور محبت کی راہ ہے مخلوق کو ناپسند کرنے والا کبھی خالق کا مقرب نہیں ہو سکتا نبی رحمت ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے "شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ انسانوں کو بلا وجہ تکلیف اور دکھ دینا ہے"۔ مخلوق کو ڈرانے والے مخلوق پر حکومت کرنے کی تمنا کرنے والے یہ خالق کے باغی ہیں۔ اگر ہم اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں تو کیا ہم باغی ٹولہ میں شامل تو نہیں ہیں؟ کیا اسلام پر قائم کی جانے والی دنیا میں تقریباً 57 عدد حکومتیں باغی نہیں ہیں۔ اسلام کی سربلندی کا سب سے بڑا دعویٰ تو سعودی عرب کو حاصل ہے وہاں مسلمانوں کے متبرک ترین مقامات خانہ کعبہ اور روضہ رسول ﷺ موجود ہیں مگر وہاں جو ہو رہا ہے کیا وہ اسلامی ہے وہاں ابھی بھی انسانوں کی غلامیت کی سب سے بڑی منڈی ہے وہ مقدس ترین مقامات کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ انہیں ادب کا کوئی پاس نہیں ہمارا اپنا ملک جو صرف اور صرف اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا کیا یہاں اسلام ہے۔ انصاف کیلئے مظلوم در بدر پھر رہے ہیں انصاف نا پید ہے حکومت بھی تحریک انصاف کی ہے مگر زندگی کے سارے شعبوں میں بے انصافی اور بد دیانتی ہو رہی ہے جنگل کا قانون ہے رشوت ستانی اور ملاوٹ اپنے عروج پر ہے معاشرہ پر حکومت کا کوئی کنٹرول نہیں جس کے جی میں جو آتا ہے وہ وہی کرتا ہے قانون کی کوئی عملداری نہیں ہے ہر انسان جائز و ناجائز جیبیں بھرنے میں مصروف ہے حالانکہ مخلوق کے لئے رحمت مجسم خالق کے لئے، خالق کی نگاہ میں خیر البشر ہیں۔ غلامی رسول کا دعویٰ کرنے والے صرف اور صرف زبانی کلامی نعرہ بازی ہے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
یہ نگاہ کی تیغ بازی وہ سپہ کی تیغ بازی
خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

قرب الٰہی کے حصول کے مختلف ذرائع اپنی اپنی جگہ پر مستند اور معتبر ہیں لیکن آسان ترین رستہ کسی مقرب باری تعالیٰ کے فیض نظر سے ملتا ہے۔جلال الدین رومیؒ کو مولانا روم بنانے والی نگاہ شمس تبریز کی نگاہ ہے میرا اپنا راہ حق میں آنے کا ذریعہ جناب مرشد محمد صدیق ڈار صاحبؒ کا فیض نظر ہے تیس سال کا عرصہ میں خود مرشد کی تلاش میں سرگرداں رہا جب مرشد کی نگاہ نے فیض دیا تو دل کی دنیا بدل کر رکھ دی۔زندگی کا سارا ڈھانچا تبدیل کر دیا۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا
نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے

رہبر کامل اپنے مرید باصفا پر راز حقیقت آشکار کرتا ہے اور تقرب الٰہی کی منزلیں طے کروا دیتا ہے۔قرب الٰہی کے حصول کا ایک ذریعہ اور ہے حدیث مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "میرا بندہ کثرت ذکر اور نوافل میں میرا قرب حاصل کرتا ہے پھر میں اس کے ہاتھ پاؤں اور زبان بن جاتا ہوں۔ڈار صاحبؒ فرماتے ہیں:

دم دم نال یاد اونوں کرلے تے یار تینوں مل جائے گا
سنگ نال فقیراں دے کرلے تے یار تینوں مل جائے گا

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیران کلیسا کو کلیسا سے ہٹا دو

تصنع واسراف اورسادگی

(ڈاکٹر اسجد قاسمی)

تاریخ کی کتابوں میں وزیر"ابن الفرات" کے بارے میں یہ ملتا ہے کہ اسراف اور عیش پرستی میں وہ اتنا زیادہ ڈوب گیا تھا کہ اس کے کھانے کے وقت دسترخوان پرتیس سے زائد چمچے سونے کے رکھے جاتے تھے اور وہ ایک چمچے سے ایک لقمہ سے زیادہ نہ کھاتا تھا ہر لقمہ پر چمچہ بدلتا تھا

عباسی خلیفہ مامون الرشید کے بارے میں آتا ہے کہ بسا اوقات اس کے دسترخوان پر تین سے زائد کھانے کی اقسام وانواع ہوتی تھیں وہ سب کو چکھتا تھا دسترخوان لگانے اور اٹھانے پر دسیوں ملازم مامور تھے۔

خلیفہ عباسی مقتدر باللہ کی والدہ کا یہ واقع تاریخ میں مذکور ہے کہ اس کا جوتا بے حد قیمتی کپڑوں سے بنایا جاتا تھا، وہ کپڑے پہلے سائز کے حساب سے کاٹ لئے جاتے تھے پھر انہیں مشک وعنبر میں ملایا جاتا تھا اور یہ قیمتی جوتا وہ چند روز استعمال کر کے ملازموں کو دے دیا کرتی تھی۔

ہارون رشید ایک بار ابراہیم بن مہدی کے ہاں دعوت پر گیا، دسترخوان پر ایک برتن میں مچھلیوں کے بے شمار چھوٹے چھوٹے ٹکڑے آئے، ہارون نے پوچھا کہ باورچی نے ٹکڑے اتنے چھوٹے کیوں کر دیئے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا: امیر المومنین! یہ مچھلیوں کی زبانیں ہیں، ہارون نے قیمت پوچھی تو وہ ہزاروں درہم سے متجاوز تھی اس پر ہارون نے ہاتھ کھینچ لیا اور کچھ نہ کھایا

خلیفہ معتضد کے پاس ۹ملین دینار تھے اس نے یہ آرزو کی تھی کہ ایک ملین اور مل جائیں

تو کل دس ملین ہوجائیں اور پھر وہ ان سب کو یکجا کر کے کسی خاص جگہ نمائش کے لئے رکھ دے تا کہ دنیا میں مشہور ہوجائے کہ معتضد کے پاس دس ملین دینار ایسے ہیں جن کی اسے چنداں ضرورت نہیں ہے، لیکن:

ا ے بسا آ ر ز و کہ خا ک شد ہ

آرزو پوری ہونے سے قبل پیغام اجل آپہنچا

اسراف وتعیش کے یہ اور اس جیسے سینکڑوں واقعات کتب تاریخ میں موجود ہیں، ہر دور میں اسراف وتصنع کی شکلیں بدلتی رہی ہیں، نئی تہذیب میں اس کی بے شمار جدید شکلیں سامنے آئی ہیں، اور زمانہ قدیم اور موجودہ دور میں ایک بہت بڑا فرق یہ ہے کہ قدیم زمانہ میں اسراف وتعیش صرف طبقہ امراء کے بعض افراد تک محدود تھا متوسط وادنیٰ طبقے مکمل اس سے دور تھے اور دوری کو بہتر سمجھتے تھے لیکن دورِ حاضر میں اب یہ وباء اعلیٰ اور متوسط دونوں طبقوں میں سرایت کرچکی ہے ایک شادی ہی کا مسئلہ ہے جس کی مہینوں پہلے سے تیاریاں ہوتی ہیں، پانی کی طرح پیسے بہائے جاتے ہیں، رقم خرچ کرنے کے نت نئے راستے نکالے جاتے ہیں اور پورا خاندان اس اسراف کی وجہ سے ناقابل بیان بوجھ کے نیچے دبا رہتا ہے۔

اسی تصنع وتعیش نے پورے نظام زندگی کو پیچیدہ بنا ڈالا ہے، ماڈرن اور ایڈوانس اور اپ ٹو ڈیٹ کہلانے کے شوق اور اپر کلاس میں شامل ہونے کی حرص کچھ اتنی بڑھ چکی ہے اور مادّیت کی چمک اس درجہ خیرہ کرچکی ہے کہ دل نہ چاہتے ہوئے تصنع اور دکھاوے کے لیے انسان اسراف وتعیش کی آخری حدوں تک جاپہنچنے کے لئے ہر طرح سے کوشاں ہے اس صورتحال نے نہ جانے کتنے گھروں اور خاندانوں کا گھریلو اور خاندانی نظام خراب کر ڈالا ہے کمالیات (غیر ضروری چیزوں) کی طرف تصنع کے طور پر مکمل توجہ عام ہوچکی ہے، گھر کی ضروریات

پوری ہوں یا نہ ہوں مگر لباس بالکل اعلیٰ ہو سامان آرائش اعلیٰ ہو، یہ سوچ کی تبدیلی فی الواقع عقلی نا بالغی کی دین ہے، تصنع و تکلف کی یہی صورتحال ہر جگہ ہے سرکاری ملازمت، تجارت، تقریبات تعزیت، تہنیت ہر جگہ یہی تصنع اور دکھاوا ہے کہیں بھی سادگی اور بے تکلفی نہیں ہے، اور اب تو ادب ولٹریچر میں بھی اس تصنع کا دور دورہ ہے کوئی شعبہ اس سے محفوظ نہیں رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے فطرت سے بغاوت اور اس کی مخالفت ہے، فطرت سادگی پسند ہوتی ہے، وہ یہ چاہتی ہے کہ صاف، بے لاگ اور دوٹوک گفتگو ہو سوچ صاف ستھری ہو، ظاہر کی آرائش میں اعتدال ہو، ذہن و دماغ کبر اور بڑکپن کی سوچ سے دور رہیں، سادگی میں اصل لذت ہے اس میں دلی راحت بھی ہے اور جسمانی صحت بھی اسراف سے دوری بھی ہے اور اس بات کا مکمل شعور بھی کہ مادّی زندگی ہی سب کچھ نہیں کہ اس کے پیچھے جی جان سے لگ جایا جائے، بلکہ روحانی خوبصورت زندگی بھی اس کی اولین مستحق ہے کہ اس پر توجہ دی جائے، اس کو وقت دیا جائے اور اس کو سنوارا اور سجایا جائے۔

مادّیت و روحانیت کے مابین توازن کے اسی فقدان نے انسان کو بگاڑ کی آخری سرحد پر لے جا کر کھڑا کر دیا ہے، اور اس بگاڑ کو دور اسی طرح کیا جا سکتا ہے کہ یہ توازن پیدا کیا جائے اور روحانیت کو اولین درجہ دیا جائے اور مادیت کو بقدرِ ضرورت اختیار کرنے کا ذہن بنایا جائے، یہی مسئلہ کا حل بھی ہے اور بگاڑ سے نجات کا ذریعہ بھی۔

غصہ اور اس کی تباہ کاریاں

(حکیم محمد اسلم شاہین)

شدت جذبات کے اظہار کا نام غصہ ہے۔غصہ ایک غیر اختیاری امر ہے اور ہر انسان میں قدرتی طور پر موجود ہے۔عوام میں یہ جو مشہور ہے"غصہ"حرام ہے یہ بات بالکل غلط ہے یعنی چند صورتوں میں غصہ ضروری بھی ہے مثلاً جہاد کرتے وقت اگر غصہ نہیں آئے گا تو اللہ عزوجل کے دشمنوں سے کس طرح لڑیں گے۔

بہر حال بے موقع اور بات بات پر غصہ آنا یہ انتہائی خطرناک ہے اکثر انسان غصے میں آکر دنیا کے بہت سے بنے ہوئے کاموں کو بگاڑ دیتا ہے اور بعض اوقات غصہ کی حالت میں خدا کی ناشکری اور کفر کے کلمے تک بکنے لگتا ہے اور اپنے ایمان کی دولت کو غارت اور برباد کرڈالتا ہے۔ غصہ ہی اکثر دنگا، فساد، دو بھائیوں میں افتراق، میاں بیوی میں طلاق، آپس میں منافرت اور قتل و غارت گری کا موجب ہوتا ہے۔جب کسی پر غصہ آئے اور مار دھاڑ اور توڑ پھوڑ کو جی چاہے تو اپنے آپ کو اس طرح سمجھائیں کہ مجھے دوسروں پر جو قدرت حاصل ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ عزوجل مجھ پر قادر ہے۔اگر میں نے غصے میں کسی کی دل آزاری یا حق تلفی کر ڈالی تو قیامت کے روز اللہ عزوجل کے غضب سے میں کس طرح محفوظ رہ سکوں گا!!

"تنبیہہ الغافلین" میں ہے کہ حضرت سیدنا وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "بنی اسرائیل میں ایک بزرگ تھے ایک بار وہ کہیں تشریف لے گئے۔راستے میں ایک موقع پر اچانک پتھر کی ایک چٹان اوپر کی جانب سے سر کے قریب آپہنچی انہوں نے ذکر اللہ شروع کر دیا وہ

دور ہٹ گئی پھر خوفناک شیر اور درندے ظاہر ہونے لگے مگر وہ بزرگ نہ گھبرائے اور اللہ عزوجل کے ذکر میں لگے رہے جب وہ بزرگ نماز میں مشغول ہوئے تو ایک بہت بڑا سانپ پاؤں سے لپٹ گیا یہاں تک کہ سارے بدن پر پھرتا ہوا سر تک پہنچ گیا وہ بزرگ سجدہ کا ارادہ فرماتے تو وہ چہرے سے لپٹ جاتا۔ وہ سجدے کیلئے جھکاتے یہ لقمہ بنانے کیلئے جائے سجدہ پر منہ کھول دیتا۔ مگر وہ بزرگ اسے ہٹا کر سجدہ کرنے میں کامیاب ہوجاتے جب نماز سے فارغ ہوئے تو شیطان کھل کر سامنے آ گیا اور کہنے لگا' یہ ساری حرکتیں میں نے ہی آپ کے ساتھ کی ہیں آپ بہت ہمت والے ہیں میں آپ سے بہت متاثر ہوا ہوں لہٰذا اب میں نے طے کرلیا ہے کہ آپ کو کبھی نہیں بہکاؤں گا مہربانی فرما کر آپ مجھ سے دوستی فرمالیں۔ اس پر بزرگ نے شیطان کے اس وار کو بھی ناکام بناتے ہوئے فرمایا: میں تجھ سے ہرگز دوستی نہیں کروں گا، بولا اچھا' اپنے اہل وعیال کا احوال بھی مجھ سے دریافت کیجئے کہ آپ کے بعد ان پر کیا گزرے گی۔ فرمایا: مجھے تجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ شیطان نے کہا' پھر یہی پوچھ لیجئے کہ میں لوگوں کو کس طرح بہکاتا ہوں' فرمایا' ہاں یہ بتا دو۔ بولا میرے تین جال ہیں۔ 1- بخل، 2- غصہ، 3- نشہ: اپنے تینوں جالوں کی وضاحت کرتے ہوئے بولا جب کسی پر بخل کا جال پھینکتا ہوں تو وہ مال کے جال میں اُلجھ کر رہ جاتا ہے اس کا یہ ذہن بناتا رہتا ہوں کہ تیرا مال بہت قلیل ہے تو خوب دل لگا کر محنت کر، پیسہ ہوگا تو کام آئے گا آہستہ آہستہ وہ حلال، حرام کی تمیز اُٹھا دیتا ہے۔ حقوق واجبہ میں خرچ کرنے سے بھی باز رہتا ہے دوسرے لوگوں کے مال کی طرف بھی مائل ہوجاتا ہے اور یوں مال کے جال میں پھنس کر نیکیوں سے دور ہوکر گناہوں کے دلدل میں اتر جاتا ہے۔ جب کسی پر ''غصہ'' کا جال ڈالنے میں کامیاب ہو جاتا ہوں تو جس طرح بچے گیند کو پھینکتے اور اچھالتے ہیں میں اس غصیلے شخص کو شیاطین کی جماعت میں اسی طرح پھینکتا اور اچھالتا ہوں۔ غصیلا شخص علم وعمل کے کتنے ہی بڑے مرتبے پر فائز ہو اور کیسا ہی مستجاب الدعوات ہو خواہ اپنی دُعاؤں سے مردے تک زندہ کرسکتا ہو میں اس سے مایوس نہیں ہوتا مجھے اُمید ہوتی ہے کہ کبھی نہ کبھی وہ غصہ میں بے قابو ہوکر کوئی ایسا جملہ

پک دے گا جس سے اس کی آخرت تباہ ہو جائے گی۔

رہا ''نشہ'' تو میرے اس جال کا شکار یعنی شرابی اس کو تو میں بکری کی طرح کان پکڑ کر جس برائی کی طرف چاہوں لئے لئے پھرتا ہوں۔

پیارے بھائیو! اس بزرگ کی گفتگو میں شیطان نے یہ بات بھی بتائی ہے کہ غصیلا انسان شیطان کے ہاتھ میں اس طرح ہوتا ہے جیسے بچوں کے ہاتھ میں گیند! لہٰذا غصے کا علاج اور اس پر قابو پانا ضروری ہے کیونکہ غصہ کے سبب تمام اعمال برباد کروا سکتا ہے۔

غصے کو روکنے کی فضیلت:

حدیث شریف میں ہے ''جو شخص اپنے غصے کو روک لے گا' اللہ عزوجل بروز قیامت اس سے اپنا عذاب روک لے گا۔'' (مشکوٰۃ شریف)

ابو داؤد کی حدیث میں ہے ''جس نے غصے کو ضبط کر لیا حالانکہ وہ اسے نافذ کرنے پر قادر تھا تو اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کو تمام مخلوق کے سامنے بلائے گا اور اختیار دے گا کہ جس حور کو چاہے لے لے۔''

جامع صغیر میں ہے جس شخص نے غصہ کو ضبط کر لیا باوجود اس کے وہ نافذ کرنے پر قدرت رکھتا ہے اللہ عزوجل اس کے دل کو سکون و ایمان سے بھر دے گا' یعنی اگر کسی کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچ گئی اور غصہ آ گیا یہ بدلہ لے سکتا تھا مگر محض رضائے الٰہی کی خاطر غصہ پی گیا اور اس کی خطا معاف کر دی تو اللہ عزوجل اس کو سکون قلب عطا فرمائے گا اور اس کا دل نور ایمان سے بھر دے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات غصہ آنا بھی مفید ہے جب کہ ضبط کرنا نصیب ہو جائے۔ کہتے ہیں ایک آدمی کی بیوی نے کھانے میں نمک زیادہ ڈال دیا اسے غصہ تو بہت آیا مگر وہ غصے کو پی گیا اور اس کی خطا کو معاف کر دیا، انتقال کے بعد اس کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا اللہ عزوجل نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ اس نے جواب دیا کہ گناہوں کی کثرت کی

وجہ سے عذاب ہونے والا ہی تھا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: میری بندی نے سالن میں نمک زیادہ ڈال دیا تھا اور تم نے اس کی خطا معاف کردی جاؤ میں بھی اس کے صلے میں تم کو آج معاف کرتا ہوں۔

''احیاء العلوم'' میں ہے ایک شخص دُعا مانگ رہا تھا اللہ عزوجل! میرے پاس صدقہ و خیرات کیلئے کوئی مال نہیں' بس یہی ہے کہ جو شخص میری بے عزتی کرے میں نے اسے معاف کیا، تاجدار مدینہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی' ہم نے اس بندے کو بخش دیا۔

غصے کا علاج:

جب غصہ آئے تو ان میں سے کوئی بھی ایک علاج کرلیں یا ضرورتاً سارے علاج کریں:

1-اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھیں،2-ولا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھیں،3-وضو کرلیں، 4- کھڑے ہیں تو بیٹھ جائیں اگر بیٹھے ہیں تو لیٹ جائیں۔

5-جس پر غصہ آرہا ہے اس کے سامنے سے ہٹ جائیں،6-پانی پی لیں،7-خاموش ہوجائیں۔

غصے کا طبی نقصان:

ماہرین نفسیات نے غصے کے ضمن میں جو تحقیق کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ: غصہ معاشرے کی ان بڑی برائیوں میں سے ہے جس سے انسان کی شخصی اور تعمیری بلندی کو زوال آتا ہے، انسان ہمیشہ ان حالات سے دوچار رہتا ہے جس کی وجہ سے اعصاب اور حواس کھنچے رہتے ہیں اس کی یاداشت بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی۔غصہ زہر کا اثر رکھتا ہے اور خون میں ایک زہریلا مادّہ پیدا کرتا ہے جس سے چہرے پر رونق ختم ہوجاتی ہے آنکھوں اور ہونٹوں میں تازگی ختم ہوجاتی ہے ۔غصہ معدے اور اعصابی نظام کو بری طرح متاثر کرتا ہے اور کردار میں منفی اور تخریبی اثرات پیدا کرتا ہے۔ماہرین عمرانیات (سوشیالوجی) کا کہنا ہے کہ خاوند غصیلا ہو یا بیوی ان کے گھر میں سکون اور اطمینان نہیں رہتا اس کے اثرات بچوں پر بھی مرتب ہوتے ہیں جس کے نتیجہ میں بچے آپس میں پیار و محبت میں رہنے کے بجائے لڑتے جھگڑتے ہیں پھر غصہ

پورے معاشرے میں بدامنی پیدا کرتا ہے۔

ڈیوک یونیورسٹی امریکہ کے ایک سائنس دان ڈاکٹر ریڈفورڈبی ولیمز کے مطابق غصے اور بغض رکھنے والے افراد جلد مر جاتے ہیں ان کے مطابق اس سے انسانی قلب کو وہی نقصان پہنچتا ہے جو تمباکونوشی اور ہائی بلڈ پریشر سے پہنچتا ہے۔امریکن ہارٹ ایسوسی ایشن کی جانب سے سائنسی ادیبوں کے سیمینار میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ بہت سے لوگ وقت سے پہلے محض بغض اور کینے کے جذبات کی شدت کی وجہ سے چل بستے ہیں۔غصہ اور بغض قلبی دردوں کے اہم اسباب میں سے ہیں اس طرح حرص وطمع میں مبتلا بے چین و بے صبر افراد بھی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تمناؤں اور آرزوؤں کے ہاتھوں اپنی شمع زندگی کو گل کر لیتے ہیں۔

ماہرین نے غصیلے اعصاب زدہ' بے چین اور ضرورت سے زیادہ آرزومند افراد کو زمرہ ''الف'' اور بردبار' حلیم اور صابر وشاکر لوگوں کو زمرہ ''ب'' میں تقسیم کیا ہے وہ اب اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ زمرہ الف سے تعلق رکھنے والے افراد بالعموم امراض قلب کی زد میں رہتے ہیں اور انہیں کولیسٹرول کی زیادتی 'سگریٹ اور ہائی بلڈ پریشر ہی کی طرح دورہ قلب کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔

انسان

(حکیم محمد سعیدؒ)

اگر گہرائی کے ساتھ غور کیا جائے اور گہرائی کے ساتھ سمجھا جائے تو یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ خدمت کا کوئی جذبہ اور کوئی ولولہ اس وقت تک وجود حاصل نہیں کرسکتا کہ جب تک انسان ہمدرد نہ ہو اور ہمدردی محبت کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتی۔ بہ الفاظ دیگر خدمت کا جذبہ اسی وقت پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان کے دل و دماغ محبت انسانی سے سرشار ہوتے ہیں۔

ہمدردی، محبت اور خدمت، لغت انسانی و قرآنی کے یہ تینوں الفاظ ہم معنی اور ہم مفہوم ہیں جب تک یہ تینوں یکجا نہ ہوں انسان کا درد اور وجود نا قابل فہم رہتا ہے۔ ہمدردی، خدمت اور محبت کی اسلامی ترکیب کے بغیر انسان و انسانیت کے وجود کا کوئی تصور ممکن نہیں۔

شاید ایک تلخ حقیقت ہے کہ انسان نے خود اپنے آپ کو سمجھنے میں کوتاہی کی ہے۔ اس نے اکثر و بیشتر اس فہم و ادراک میں ٹھوکر کھائی ہے کہ کائنات میں اس کی حیثیت کیا ہے! اس کے اپنے ابنائے جنس کے ساتھ اس کے رشتے کی کیا نوعیت ہے اور اس کا کیا مقام ہے۔ یہ نکتہ کہ جو اس کے تعلق و وابستگی کی ان گنت اقسام کا محور و مرکز ہے۔ یا تو اپنی اہمیت کے اعتبار سے اس کی نگاہ سے اوجھل رہا، یا اس کے اندیشوں کی قرابت کا باعث بنا رہا۔ حالات نے اس ستم بالائے ستم کی بھی نشان دہی کی ہے کہ انسان نے اپنی عظمت سے صرفِ نظر کر کے انسانی رشتے کی رفعتوں کو نظر انداز کیا ہے۔ اگر اس نکتہ حساس کو صحیح طور پر سمجھ کر زندگی اس پر استوار کر لی جائے تو وہ رشک جنت بن جاتی ہے۔ اس کے برعکس اس سے اعراض کی کوئی صورت اختیار کر لی جائے تو یہ فکر و عمل سیلاب طغیان و فساد کی طرح نیکی و کمال کو غرقاب کر دیتا ہے۔

تہذیب کا سراپا اور تمدن کی ساری روح اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ انسان اپنے ابنائے جنس کے ساتھ وہ تعلق پیدا کرے کہ جو اس کے نوعی شرف کا طرۂ امتیاز ہے۔ یعنی ہمدردی، رحم، حسنِ سلوک، تعاون، خوش اخلاقی، عدل وانصاف، ادب واحترام اور شفقت ومحبت کا تعلق۔

تاریخ انسانی جن بے شمار تضادات سے بھری پڑی ہے، ان میں ایک حیرت انگیز تضاد یہ بھی ہے کہ نام نہاد مذہب کے نام پر اور نام نہاد محبت کے عنوان پر انسان سے بدترین دشمنی کی گئی ہے۔ طبقاتی مفاد پرستی کو تقدس کا رنگ دینے کے لیے کہیں یہ کہا گیا کہ بالاترین طبقہ برہما دیوتا کے سر سے پیدا ہوا اور سب سے نچلا طبقہ نسل درنسل تا ابد اچھوت بن کر ساری ذلتیں اُٹھانے کے لیے اس دیوتا کے پاؤں سے وجود میں آیا ہے۔ کہیں یہ نعرہ لگایا گیا کہ انسان سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کو طبقاتی نفرتوں کی بھٹی میں جلا ڈالو اور اس عملِ تطہیر سے بچ کر نکلے اس کی فکر و روح کو روٹی کے ٹکڑے کے بدلے پابہ جولاں کر دو۔

انسان سے محبت کا آوازہ قدیم یونان و روما نے بلند کیا تو انھیں بھی ایک طرف تو یہ ضروری محسوس ہوا کہ ابنائے جنس کے ایک حصے کو مستقل غلامی کی نذر کر دیا جائے، اس کے ساتھ جانوروں کا سا سلوک روا ہو، بلکہ اسے درندوں کے درمیان چھوڑ کر تفریح موت کا لطف انگیز سامان کیا جائے۔ دوسری طرف انھوں نے انسان سے محبت کا ناگزیر تقاضا یہ سمجھا کہ انسان کے گرد اوہام کی ایک عجیب وغریب دیومالا کا جال بُن دیا جائے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر آراستہ مجلس کے دیوی دیوتا انسان کی احتیاجات کا مرجع بنیں۔ چنانچہ اس سے عیاشیوں کی خود فراموشی انسان پر طاری ہوئی جو بالآخر یونان وروم کے زوال کا باعث بنی۔

اس سے زیادہ حیرت انگیز ستم یہ ہوا کہ یونان وروم کی دیومالاؤں کا اثر عیسائیت میں سرایت کر گیا اور پھر یورپ کی نشاۃ ثانیہ سے لے کر آج تک ایک دلچسپ، مگر افسوس ناک دوعملی کا

دور دورہ شروع ہو گیا۔ عیسائیت کے عقائد اور مذہبی رسوم تو بالعموم کلیسائی چہار دیواری میں دبک گئے اور زندگی کی گہما گہمی میں سائنس و ٹیکنالوجی اور یونان و روم کی دیو مالاؤں کے ادبی اثرات متوازی خطوط پر رواں دواں ہو گئے۔ اس عرصے میں مغرب نے اپنی استعمار پرستی کی یلغار سے پوری دنیا کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ اس نے اپنی مفتوحہ آبادیوں اور اپنی غلام رعایا کو جس منظّم بے دردی کے ساتھ ہر ممکن انسان دشمنی کا تختۂ مشق بنایا' وہ تاریخ انسانی کا الم ناک باب ہے۔ یہ المیہ ابھی ختم نہیں ہوا' لیکن نشاۃ ثانیہ جس عمرانی مظاہرے کا نام ہے' اس کے مرکبات میں انسان سے وہ محبت بھی شامل ہے جس کی ایک جھلک برٹش میوزیم پیش کرتا ہے۔

فکر انسانی جب آوارہ ہو جاتی ہے اور اتنی آوارہ کہ رحمتوں کے شعور سے عاری اور برکتوں کے حصول سے محروم ہو جاتی ہے تو وہ روح فکر اس سے جدا ہو جاتی ہے کہ جو قلب انسانی کو تاباں اور منور اور ضمیر انسانی کو روشن اور زندہ رکھتی ہے۔ ایوان قلب میں جب اندھیرا چھا جاتا ہے اور نور معرفت سے اس کا رشتہ منقطع ہو جاتا ہے تو بطن قلب سے خلوص و انس رخصت ہو جاتے ہیں اور اذن قلب سے احترام و محبت اٹھ جاتے ہیں۔ اس ہمہ جہت تاریکی و تیرگی میں جو جذبہ پروان چڑھتا ہے اسی کا نام نفرت ہے جو محبت کی ضد ہے۔ ان راج دھانیوں میں نفرت کی حکومتیں قائم ہو جایا کرتی ہیں اور ہر کاروبار ملت کو پیمانۂ نفرت سے ناپا جانے لگتا ہے۔

اقوام و ملل کی زندگیوں میں ایسے تاریک ادوار آئے ہیں جو حکمرانی روح فکر سے محرومی کی بنا پر ہمیشہ زوال اخلاق و کردار پر اور پھر زوال اُمت پر منتج ہوئے ہیں۔ زوال اخلاق کے نتیجے میں آنے والے حالات کو چشم بصارت پردۂ افلاک میں دیکھ لیا کرتی ہے اور بازار نفرت کی ہنگامہ آرائیوں اور انسان سوزیوں کو بہ ہزار اندیشی ہر حساس انسان اپنے احساس و ادراک کی گرفت میں لے لیتا ہے۔ پھر مردان حر، بہ کمال حریت میدان عمل میں آ کر نفرت کو مٹا کر اس دنیائے رنگ

وبو میں محبت کا سامان کرنے کے لیے مستعد اور سینہ سپر ہو جایا کرتے ہیں۔

انسان سے سچی محبت کا سبق ،پوری دل سوزی اور گہرے اخلاص کے ساتھ صرف انبیائے کرام علیہ السلام نے خالق کائنات کی ہدایت کے ذریعے سے دیا ہے۔ یہ ہدایت اپنی اکمل اور آخری شکل میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں انسان کو ملی ہے۔ اسی میں وحدت انسانی کی مکمل رہنمائی ہے۔اسی میں بے لاگ عدل و محبت کی راہیں متعین کی گئی ہیں اسی سے ظلم زیادتی دشمنی فساد قتل فریب جھوٹ تعصب اور رنگ و زباں و وطن کے امتیازات باطل کی نفی ہوتی ہے۔تعلیمات اسلامی میں محبت ایک نعرہ نہیں'ایمان ہے۔دکھاوا نہیں' دُعا ہے۔

حقیقت کا جو تصور اسلام نے پیش کیا ہے وہ بہت سادہ' آسان فہم اور انقلاب آفرین ہے۔اس نے توحید پر ایمان کے تحت کائنات' حیات اور انسان کو ایک اکائی کی شکل میں منکشف کیا ہے۔ یہ کوئی دقیق فلسفہ نہیں اور نہ اس میں پیچ و خم ہیں جو "ہمہ است" کی بھول بھلیوں میں پائے جاتے ہیں۔سیدھی سادی ایک بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایمان و عمل میں ایک مانو اور پوری زندگی کو اس کی اور اس کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں بغیر کسی بہانہ تراشی کے دے دو۔انسان سے محبت کی جو راہیں اس طرح متعین ہوتی ہیں ان کی کیفیت کی شان اسلام کے عہد زریں کی تاریخ میں ورق ورق پر چمکتی ہے۔

آیئے !انسان کے ساتھ اس محبت کے نور سے ہم اپنے دلوں کو منور کرنے کی سعی کریں۔

نعمت کی حقیقت

(حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ)

بظاہر ہر قسم کی لذت ہر قسم کی سعادت اور اچھی چیز کو **نعمت** کہا جا سکتا ہے' مگر اصل نعمت وہی ہے جس میں مرنے کے بعد اچھا بدلہ ملنے کی اُمید ہو'اس لحاظ سے دنیا کی زندگی میں ہر قسم کے اچھے کام' نیک پاکیزہ زندگی' دوسروں کے ساتھ ہمدردی' یہ سب نعمت میں داخل ہیں کیونکہ ان سے خدا خوش ہوتا ہے اور ان کا اچھا بدلہ بھی ملتا ہے۔

نعمت کیا ہے؟ اس میں لوگوں کے ذہنی اعتبار میں فرق ہوتا ہے' ہم اس کو چار طرح تقسیم کر سکتے ہیں۔

اوّل: وہ چیز جس کا نفع اس دنیا میں بھی ہو اور مرنے کے بعد بھی اچھا انعام مل سکے جیسے علم' حسنِ اخلاق وغیرہ۔

دوم: وہ چیز جو اس دنیا میں بھی نقصان دہ ہو اور دوسری دنیا میں بھی وہ باعث نقصان رہے۔ جیسے جہالت اور بداخلاقی۔

سوم: ایسی چیز جو اس دنیا میں تو نفع دے سکے مگر مرنے کے بعد وبالِ جان بن جائے جیسے اپنی ہر خواہش اور ہر تمنا کو پوری کرنا۔

چہارم: ایسی چیز جو اس دنیا میں تو مضر ہو مگر آخرت میں اس پر نفع مل جائے جیسے خواہشات کو مارنا اور نفس کی مخالفت کرنا۔

ان چار چیزوں میں سے اوّل جو اس زندگی میں اور مرنے کے بعد دونوں جگہ نفع بخش ہے

اور وہ حقیقی نعمت ہے اور جو دونوں جگہ نقصان دہ ہو' وہ نعمت کی ضد ہے یعنی زحمت ہی زحمت ہے۔

وہ چیز جس کا دنیا میں نفع ہے مگر مرنے کے بعد وہ آفت و بلا بن سکتی ہے۔ایسی چیز ایک جاہل کے نزدیک تو ایک نعمت ہوگی مگر باقی، کوئی عقلمند اس کو ہرگز نعمت نہیں سمجھے گا۔اسی طرح وہ چیز جس میں اس دنیا میں تھوڑی سی پریشانی ہو' تھوڑا سا نقصان ہو مگر مرنے کے بعد نفع ہی نفع ہو۔ جاہل و بے وقوف اِسے مصیبت سمجھے گا۔مگر صاحب بصیرت عقلمند اس کو نعمت سمجھتا ہے۔

دوسری تقسیم: یہ ظاہر ہے کہ دنیا کی ساری چیزیں سارے اسباب ایک دوسرے سے ملے جلے ہیں۔ایسا بہت کم ہے کہ اسباب بہتر ہیں وہ بالکل ہی پاک و صاف ہوں' اب ان کو تین درجوں میں بانٹا جا سکتا ہے۔اوّل وہ ہیں نفع زیادہ ہو اور نقصان کم ہو۔مثلاً اگر مال و اسباب صرف ضرورت کے مطابق ہوں تو اس میں نفع ہی نفع ہے نقصان کا امکان کم ہے۔دوسرا ضرر زیادہ ہو اور نفع کم ہو۔اس کی مثال یہی مال و دولت ہیں' جب لوگ اسکو ضرورت سے زائد جمع کرنا شروع کر دیں۔**سوم**۔نفع اور ضرر دونوں برابر درجے پر ہیں کیونکہ بعض لوگوں کے پاس بہت سا مال ہوتا ہے پھر بھی وہ فائدے میں رہتے ہیں جب کہ وہ غریبوں کی مدد کرتے ہیں خیرات کرتے ہیں' دوسروں کے کام آتے ہیں اور بعض لوگوں کے پاس تھوڑا سا مال ہوتا ہے مگر وہ پھر بھی نقصان میں رہتے ہیں اور مال کی مصیبت میں گرفتار رہتے ہیں جب کہ وہ قلت مال پر شکوہ کرتے ہیں ' ناشکری کرتے ہیں۔

تیسری قسم یہ ہے کہ ہم ہر نیک کام کو تین طرح سے دیکھ سکتے ہیں۔اوّل وہ نیک باتیں خود مقصود اور پسندیدہ ہوں جیسے نیک لوگ خدا کی خوشنودی اور رضا چاہتے ہیں تو خدا کی رضا خود ہی بڑا انعام ہے۔اس کے ذریعے اور کسی فائدے کے لیے لالچ نہیں ہوتا۔یہ خود ہی بہت بڑا اور پسندیدہ فائدہ ہے۔دوسری وہ چیز جو خود تو کچھ قیمتی اور فائدے مند نہ ہو مگر اُس کے ذریعے

فائدے حاصل ہوتے ہیں اس لیے لوگ انھیں پسند کرتے ہیں' جیسے روپیہ پیسہ ہے کہ اگر روپے پیسے سے انسانی ضرورتیں پوری نہ ہوتیں تو روپے پیسے کنکر پتھر کی طرح ہوتے مگر چونکہ ہر ضرورت ہر سامان روپے پیسے سے آسانی سے مل جاتا ہے۔ اس لیے جاہل اور دنیادار کے نزدیک یہ بھی محبت کے قابل ہوگیا۔ وہ اس کو جمع کرتے ہیں۔ دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں' اس کو وسیلہ اور ذریعہ نہیں سمجھتے بلکہ خود اس کو ایک نعمت سمجھتے ہیں۔

تیسرا وہ چیز کہ خود بھی محبوب ہو اور دوسرے کاموں کے لیے بھی مفید ہو جیسے صحت وسلامتی انسان کبھی خود صحت وسلامتی کو پسند کرتا ہے اس سے قطع نظر کہ اس سے کوئی فائدہ اور ہو۔ جیسے ایک شخص کو پیدل چلنے کی ضرورت نہ ہو پھر بھی پیر کی سلامتی ضرور چاہتا ہے اور کبھی صحت وسلامتی دوسرے فائدے کی وجہ سے چاہتا ہے۔ مثلاً عام آدمی صحت وسلامتی سے دنیا میں لطف اندوز ہوتا ہے اور نیک آدمی صحت وسلامتی کے ذریعے نیکی حاصل کرتا ہے' نیک کام کرتا ہے' عبادت کرتا ہے۔

اوپر کی تینوں قسموں کو سامنے رکھ کر دیکھے تو وہ چیز جو خود مطلوب' مقصود اور پسندیدہ ہے اسی کو ہم اصل نعمت کہہ سکتے ہیں۔ اور جو خود بھی مقصود اور محبوب ہو نیز اس کے ذریعے دوسرا فائدہ بھی حاصل ہوتا ہو وہ بھی نعمت ہے مگر اس کا درجہ پہلی نعمت سے کم ہے اور جو محض دوسری چیزوں کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہو۔ جیسے سونا' چاندی' روپیہ پیسہ۔ تو یہ چیزیں حاصل ہوسکتی ہیں' اس لحاظ سے ان کو نعمت کہا جاسکتا ہے۔ یہ تین قسمیں ہوچکیں۔ اب چوتھی قسم ایک اور اعتبار سے ہوسکتی ہے۔ شروع میں بتایا گیا کہ نعمت نام لذّت کا ہے اور لذّت خواہ صرف انسان محسوس کرے یا انسان اور حیوان دونوں محسوس کرتے ہیں۔ بہر حال تین قسم کی ہے۔ اول عقلی۔ دوم' بدنی جن کو بعض حیوانات بھی محسوس کرتے ہوں۔ سوم' وہ بدنی جن کو تمام حیوانات محسوس کرتے ہوں۔ عقلی لذّت کی مثال جیسے علم وحکمت کی لذّت' اس کو صرف انسانی قلب محسوس کرتا ہے' قلب کو جو لذت علم و حکمت سے ہوتی ہے وہ اس لیے کہ وہ صفت جس کا نام عقل ہے' وہ قلب کے ساتھ خاص ہے'

یہ لذّت سب سے زیادہ اشرف بھی ہے اور سب سے زیادہ کمیاب بھی ۔کمیاب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ علم و حکمت سے صرف عالم اور حکیم ہی لطف اندوز ہو سکتا ہے ۔اور دنیا میں صحیح معنوں میں عالم و حکیم بہت کم ہوتے ہیں ۔اور اس لذت کے اشرف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اوّل تو یہ اسی دنیا کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ لذّت مرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اس کو زوال نہیں ہے' دوسرے اس لذّت کو چاہے جس قدر حاصل کرو' طبیعت پر بوجھ یا گرانی محسوس نہیں ہوتی جیسے بھوک اور نیند کی لذتوں کو اگر زیادہ حاصل کر لو تو طبیعت پر بوجھ' سستی اور تھکن کا احساس ہوتا ہے یہ بات عمل و حکمت کی لذت میں نہیں ہے' علم و حکمت خواہ کتنا ہی حاصل کرو کوئی بوجھ' کوئی تکدر نہ ہوگا وہ انسان کتنا بڑا محروم ہے جو علم و حکمت ایسے دائمی اور بلا تعب و بوجھ ایسی نعمت کو حاصل کرنے پر قادر ہو پھر بھی اسے حاصل نہ کرے' اس سے محروم رہے ۔اور فانی بوجھل' مکدّر کر دینے والی لذتوں پر مر مٹے۔

علم کا کم سے کم فائدہ یہ ہے کہ علم و عقل کے لیے نہ مددگار کی ضرورت ہے نہ پہرے دار کی بخلاف مال کے ۔مال کی حفاظت انسان کو کرنی پڑتی ہے جب کہ علم خود انسان کی حفاظت کرتا ہے' علم کو جس قدر خرچ کیجئے وہ بڑھتا ہے اور مال کو خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے ۔مال چوری' اور عہدہ برطرفی سے جاتا رہتا ہے مگر علم پر نہ چور کا زور نہ حاکم کا جبر ۔سوال یہ ہے کہ جب لذّت علم و حکمت اس قدر قیمتی شے ہے تو اکثر لوگ اس سے محروم کیوں رہتے ہیں ۔اس کی دو وجہ ہیں یا تو ان کو ذوق نہیں ہے اور جس کو ذوق نہ ہوگا وہ علم کی قدر کیا جانے گا' اس کو اشتیاق کیسے پیدا ہوگا یا ان کے مزاج بگڑ چکے ہیں' بیکار باتوں میں پڑ کر دل روگی ہو گئے ہیں اور جیسے جیسے بیمار کو شہد کا مزہ کڑوا لگتا ہے ایسے ہی ان کو علم بُرا لگتا ہے یا ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ طبیعت اور دانائی میں نقص ہے اور وہ صفت جس سے علم کی لذّت معلوم ہوتی ہے پیدا ہی نہیں ہوئی ہے، دوسری لذّت جس میں انسان کے ساتھ بعض حیوان بھی شریک ہیں جیسے ریاست اور غلبے کی لذّت ۔یہ لذّت جہاں انسان میں

ہوتی ہے وہاں شیر چیتے اور بعض دوسرے جانوروں میں بھی پائی جاتی ہے‘ تیسری لذت جس میں انسان کے ساتھ سارے حیوان شریک ہیں ۔وہ پیٹ اور منہ کی لذت ہے ۔یہ لذت تمام لذتوں میں کمتر ہے‘ ادنیٰ ہے چونکہ یہ کثرت سے پائی جانے والی لذت ہے اس لیے تمام جانور‘ کیڑے مکوڑے اس میں سب شریک ہیں ۔انسان جب اس تیسری لذت سے اونچا اُٹھتا ہے تو حکومت و غلبے کی لذت پر پہنچتا ہے اور اس سے ترقی کرتا ہے ۔اس وقت تمام لذتوں سے زیادہ علوم وحکمت کی لذت غالب ہوتی ہے ۔خدا کی معرفت اور اس کے صفات کی معرفت حاصل ہوجاتی ہے‘ یہ صالحین کا مقام ہے ۔

ایسے ہی اعلیٰ نسبی اور خاندانی شرافت بھی ایک نعمت ہے، اس سے بھی انسانوں کو نفس کے فضائل حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے ہم نے جمال کو بھی نعمت میں شمار کیا ہے، یہ مسئلہ ذرا مشکل ہے، جمال کس طرح نعمت ہو سکتا ہے؟ اور اس سے نفس کے فضائل کیسے حاصل ہو سکتے ہیں ، تو خوبصورتی سے اکثر نفس کی فضیلت پائی جاتی ہے کیونکہ نفس کی پاکیزگی اور نفس کے نور کا اثر ظاہر جسم پر آجاتا ہے اسی لیے صاحب فراست نفس کی بڑائی کو ظاہری حسن و جمال سے معلوم کرلیا کرتے ہیں آنکھ اور چہرہ انسان کے باطن کا آئینہ دار ہوا کرتا ہے کشادہ روئی ، اچھے نزم اور پاکیزہ نفس ہونے کی پہچان ہوا کرتی ہے ۔

اب ایک اور نعمت کا ذکر ہوگا کہ توفیق خداوندی کس طرح نعمت ہوسکتی ہے تو سب سے پہلے توفیق کا مفہوم سمجھ لینا چاہیے ۔

توفیق میں بندے کا ارادہ اور اللہ کا فیصلہ اور قضا باہم مل جایا کرتا ہے اس ارادے اور اللہ کی قضا وقدر میں کوئی ضروری نہیں کہ اچھی ہی باتیں ہوں خیر وشر سعادت وشقاوت دونوں داخل ہیں ویسے عام طور پر جو اللہ کے فیصلے بھلائی کے لیے ہوتے ہیں توفیق انھیں کو کہا جاتا ہے اس لحاظ سے انسان ،توفیق ایسی نعمت کا بہر حال محتاج ہو کیونکہ وہ لاکھ ارادے کرے اگر اللہ کا فیصلہ ، اس کی

تقدیر، اس ارادے سے نہ ملے تو افعال صادر نہیں ہو سکتے۔

ہدایت کا یہ حال ہے کہ اس کے بغیر کوئی شخص سعادت نہیں طلب کر سکتا کیونکہ انسان نیکی اور بھلائی کا ارادہ کرتا ہے لیکن جب یہ نہ معلوم ہو کہ میری بہتری کس چیز میں ہے ارادہ محض سے کیا فائدہ ہوگا ممکن ہے کسی فساد اور فتنے کو خیر سمجھ کر اِسی طرف چل پڑے غرض کہ ارادہ قدرت اور اسباب کے ہوتے ہوئے بھی بلا ہدایت کے کچھ فائدہ نہیں ہے ہدایت کے تین درجے ہیں اوّل خیر و شر کے راستوں کا بتا دینا یہ درجہ عام ہے تمام انسانوں کو دے دیا گیا ہے، کچھ تو عقل کے ذریعے سمجھا دیا گیا ہے، کچھ کو وحی کے ذریعے، رسولوں کو بھیج کر

دوسرا درجہ ہدایت کا وہ ہے جو ایک نور کی طرح ہے جو مکمل ہدایت کے بعد خدا کے نبی، رسول، خدا کے نیک بندوں، خدا کے ولی اور دوستوں کے دل میں چمکنے لگتا ہے اسی کے باعث وہ باتیں سوجھتی ہیں جو عام عقل سے نہیں معلوم ہوا کرتیں، یہی ہدایت مطلق ہے اسی کو قرآن میں ''حیات'' اور ''نور'' کہا گیا ہے ایک اور نعمت ''رُشد'' رُشد کا مطلب یہ ہے کہ رشد خدا کی ایک عنایت ہے جو انسان کو اپنے مقصد کی طرف چلنے میں مدد کرتی ہے اگر اس مقصد میں انسان کی بہتری ہے تو اُس کو اس کی نعمت کے باعث قوت ملے گی اور اگر نقصان ہے تو وہ سست ہو جائے گا، غرض کہ رُشد وہ ہدایت ہے جو سعادت اور خیر کی طرف لے چلے یہ ہے تمام نعمتوں کی تفصیل۔

اِتحادِ اُمت

(محمد نذیر توحیدی)

مسلمانوں سے قرآن پاک کی بے رغبتی کی وجہ:

(۱) ہم دنیاوی لحاظ سے اپنے بچے کا مستقبل بنانے کیلئے بنیادی لحاظ سے ہی ایک اچھے سکول کا اِنتخاب کرتے ہیں لیکن دینی لحاظ سے بچے کی آخرت کونظر انداز کرکے اپنے گھر میں ہی بچے کو پڑھانے کیلئے اپنے محلے کے مولوی کو ہی لالچ دیکر گھر پڑھانے کیلئے بلواتے ہیں۔

(۲) دنیاوی تعلیم کیلئے گھر سے دور 8 گھنٹے کیلئے بھیج دیتے ہیں لیکن دینی تعلیم کیلئے گھر میں آدھا گھنٹہ یا حد سے زیادہ پونا گھنٹہ!!

سوچنے کی بات: اب یہ نسل جوان ہو کر قرآنِ پاک سے بے رغبتی اور لاپرواہی نہیں کرے گی تو کیا کرے گی؟

(۳): عوام کے دلوں میں قرآنِ پاک کا ادب و احترام تو موجود ہے لیکن اِسکو سیکھنے اور سکھلانے کا جذبہ نہیں ہےاور نہ ہی کوئی رغبت ہے کیونکہ ہمارے دِلوں میں خوفِ خدا بالکل نہیں ہے، جسکی وجہ سے ہم تقویٰ کی حقیقت سے غافل ہیں اور یہ غفلت ہی ہماری لاپرواہی کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ چشم دید واقعات تو ہم ہر روز سنتے بھی ہیں اور دیکھتے بھی ہیں لیکن اِن سے ہم سبق حاصل نہیں کرتے۔ **اِنا اکرامکم عنداللّٰہ اتقی کم۔** ''بے شک اللہ کے نزدیک عزت اِس کی ہے جو اُس سے ڈرتا ہے۔'' بد قسمتی سے آج کل عام طور پر مسجد کا امام اُس شخص کو بنایا جاتا ہے جو دنیا میں اور کسی کام کا نہیں ہوتا اور 200,100 روپے کے بدلے میں اِس کام کو بطور پیشے کے

کرتا ہےاس کے برعکس دُنیاوی تعلیم کیلئے بچوں کو پڑھانے کیلئے اساتذہ کی ڈگریاں اور سرٹیفکیٹ دیکھے جاتے ہیں لیکن اِنسان نے جہاں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہنا ہے۔اُس کا راستہ یعنی جو مسجد ہے اُس کیلئے کسی بھی ڈگری یا سرٹیفکیٹ کی ضرورت کو محسوس ہی نہیں کرتا ہے یہ بھی ایک بہت بڑی وجہ ہے۔موجودہ نسل کے دل و دماغ میں جو قرآنِ پاک کا مقام ہے وہ کچھ یوں ہے۔(۱)تعویز بنا کر رکھیں (۲)بحث و مباحثہ کیلئے مطالعہ کیا جائے یا کسی کو نیچا دکھانے کیلئے مطالعہ کیا جائے۔اِن کے علاوہ اور بے شمار لوگوں نے عقائد بنائے ہوئے ہیں حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہماری مساجد میں اِن لوگوں کو امام بنایا جاتا جو علم اور تقویٰ کے لحاظ سے بہتر ہوتے اور اُنکا معاشرے میں بہتر مقام ہوتا۔جن کی بات لوگوں کی نظر میں کوئی وزن رکھتی۔مساجد، مکاتب اور مدارس تو ہمارے ملک میں بہت ہیں۔لیکن شریعت کی حقیقی روح سے خالی ہیں۔

ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے مساجد بظاہر آباد ہونگی لیکن نورِ ہدایت سے خالی ہونگی۔ سننے اور دیکھنے میں یہ چیز سامنے آئی ہے کہ عام علمائے دین کا اِس بات پر زور ہوتا ہے۔کہ اُنکی گفتگو سننے والے سب لوگ انکے خیالات سے متفق ہو جائیں۔بہت کم لوگ (علماء) عوام کی قرآنِ پاک کے پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت کو اُبھارتے ہوں، حالانکہ یہ کام انگریزی کے مقابلے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے جسکی وجہ سے ہماری جنریشن میں اِسکا مطلق شوق ہی نہیں ہے۔ حالانکہ دین کا عمل قرآنِ پاک کے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتا اور نہ ہی سمجھ میں آتا ہے۔

موجودہ حالات میں پاکستان کی بدقسمتی:

الیکٹرانک میڈیا، پرنٹ میڈیا کو اتنی آزادی دے دی ہے جیسا کہ ایک کمرہ امتحان میں طالب علموں کو اجازت دے دی جائے کہ جو چاہو کرو آپکو مکمل آزادی ہے تو وہاں پر جو کچھ ہوتا ہے وہ سب کو علم ہے تو بعد میں جب بورڈ کو علم ہو جاتا ہے تو رزلٹ میں سب روتے ہیں کہ ہمارا سارا ضائع چلا گیا۔ایک خدا، ایک رسول اور ایک کتاب کو چھوڑ کر۔اپنی اپنی مرضی کے عقائد اپنا کر ہم

کامیابی کی منزل تلاش کر رہے ہیں یہ بدقسمتی نہیں ہے تو کیا ہے۔

میرے بھائیو! یہ دنیا کمرہ امتحان ہے اس کمرے میں جو بھی اللہ کے قرآن کو چھوڑ کر اپنے عقلی دلائل پر عقائد کے مطابق عمل کرتا ہے اُسکا انجام خطرناک ہے کیونکہ دنیا کے تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ اب اِس نیت کے مطابق ہر ملک اپنا اپنا پرچار کر رہا ہے اور جو حالات بنتے جا رہے ہیں وہ سب کے سامنے ہیں۔ اِس بے رغبتی کی وجہ سے میرے پیرومرشد خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے 1974ء میں اپنی کتاب تعمیر ملت میں مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے کہ

''اے پاکستانی مسلمانو! اچھی طرح ذہن نشین کر لو یہ بات تمام دنیا کیلئے ایک نیا تجربہ ہے اور تمام اسلامی و غیر اسلامی ممالک کی آنکھیں تمہاری طرف لگی ہوئی ہیں اور وہ سب تمہارے اِس دعوے کی صداقت کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ اگر تم سچے ہوئے تو معلوم ہے کیا ہوگا۔ اِمکان نہیں بلکہ یقین کامل ہے کہ دنیا کے تمام ممالک کی بھاری اکثریت صداقت قرآن کی قائل اور تعلیم قرآن کی عامل ہو جائے گی لیکن اگر نا کامیاب رہے تو ساری دنیا میں تمہارا تمہارا نہیں خدا اور رسول ﷺ کا مذاق اُڑایا جائے گا اور اسکی سزا میں تم اِس دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہو گے اور آخرت میں سخت عذاب کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے۔'' (**تعمیر ملت** صفحہ نمبر 5)

علماء دین کی لاپرواہی۔ واعتصمو بحبل اللّٰہ جمعیا ولا تفرقوا

پس پشت ڈال کر انہوں نے عوام کو اپنے اپنے مسلک کی دعوت دی ہے جس کا ثبوت پاکستان کی عوام ہے۔ یعنی اپنی اپنی مرضی کی آیات کو یاد کر کے اپنے اپنے مسلک کیلئے قائل کیا جاتا ہے۔ لیکن کوئی بھی اللہ کی واحدانیت کی محبت اُجاگر کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اندھی محبت کی تقلید اور اندھی محبت کا پرچار تو بہت ہے لیکن اللہ کے قرآن سے محبت اور عمل کی تعلیم آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ جس کے نتیجے میں آج ہمارے اِس ملک میں بدعات اور غیر شرعی رسوم کا سیلاب ہے اِس لاپرواہی کو دور کرنے کیلئے میرے پیرومرشد ہادی خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے جو علاج تجویز کیا ہے

وہ نسخہ آپکی خدمت میں حاضر ہے ۔(۱) ہر شخص جو اپنی قوم کی اصلاح کرنا چاہتا ہے پہلے خود اپنی اصلاح کرے (۲) اِسکے بعد اپنے اہل وعیال قریبی رشتہ داروں اور ان دوستوں کی جو زیراثر ہوں (۳) اِس طرح کچھ عرصہ بعد ایک تعلیم یافتہ افراد کی ایک جماعت وجود میں آ جائے گی۔ پھر یہ جماعت اجتماعی طور پر اِس کام کولیکر آگے چلے گی۔ یہ علاج تعمیر ملت کے آخری صفحات پر درج ہے اور آخر پر حسرت بھرے الفاظ میں یہ الفاظ تحریر ہیں کہ کاش کچھ اہل دل اور صاحب دماغ حضرات ہماری اِس تجویز کے فوائد اور اسرار وغوامض کو اچھی طرح سمجھ کر آگے بڑھیں اور ملت اسلامیہ کی بقا کیلئے یہ کام اپنے ہاتھ میں لیکر بسم اللہ کریں‘‘۔ اللہ ہمیں عمل کی ہمت عطا فرمائے۔

بدقسمتی کی سب سے بڑی وجہ: ہمارے ملک میں قانون سازہی قانون شکن ہیں۔ اِس کا ثبوت پاکستانی حالات ہیں صراطِ مستقیم پر چلنے کیلئے ایک بانی جس کا رہبر اللہ کا قرآن ہو اور اُسکی سیرت آقا نامدار ﷺ کا فرمان ہو اُس کا اصول شہد کی مکھی کی طرح ہو، اِس کی تفصیل کیلئے معارف القرآن کا مطالعہ کریں۔ دنیاوی مثال ایک گاڑی کو سامنے رکھیں۔ گاڑی کے چلنے کا ایک اصول ہے کہ گاڑی کا ہر پرزہ اپنی اپنی جگہ کام کرتا ہے۔ تب گاڑی منزل مقصود پر پہنچتی ہے۔ کیونکہ گاڑی کے اندر ہر چیز سختی کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ کسی ہوئی ہے۔ جسکی وجہ سے گاڑی والا اپنے منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔ گاڑی کا ہر پرزہ اپنی جگہ صحیح کام کرتا ہے تو گاڑی صحیح چلتی ہے۔ اُس کا کوئی پرزہ بھی بغاوت نہیں کرتا اگر خراب ہو تو نکال دیا جاتا ہے اور اُسکی جگہ نیا فٹ کر دیا جاتا ہے۔

اعتراض ۔ اِس مثال کو پڑھ کر کئی میرے بھائی اعتراض کریں گے کہ ایک اللہ کی طرف دعوت دینے کیلئے معاشرے کو سامنے رکھ کر گاڑی کی مثال کا دینا کیا منطق ہے۔ بھائیو! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید فرقان حمید میں بہت سی مثالیں دیکر انسان کو سیدھے راستے پر چلنے کیلئے ہدایت کی ہے اور ہر آیت کے آخر پر یہ الفاظ ملتے ہیں۔ **بل اکثر فھم لا یعقلون** ۔

البتہ اِن میں اکثر عقل نہیں رکھتے۔گاڑی کی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے ملکی صدر، وزیر اعظم رہبر اور نائب رہبر ہیں۔تمام ادارے گاڑی کے تمام پرزہ جات ہیں۔گاڑی کے پرزے بغاوت نہیں کرتے تو گاڑی چلتی ہے۔ملکی اداروں کو چلانے والے ہی اگر بغاوت کریں گے تو ملکی گاڑی کیسے چلے گی گاڑی کا مالک خراب حصہ نکال کر فٹ کرتا ہے ہماری عوام خراب حصے ہی کو دوبارہ فٹ کرتی ہے۔بغاوت والا پرزہ دوبارہ بغاوت نہیں کرے گا تو کیا کرے گا؟

علمی طبقے کی ذمہ داری: فرقہ بازی سے بالاتر ہو کر اللہ کی رضا کے واسطے اِس نظریے کو سامنے رکھ کر پروگرام اور موضوع ترتیب دیں کہ سکول ہو، مسجد ہو، اجتماع ہو، جمعہ کی تقریر ہو یا کہیں بھی گفتگو کا موقع مل جائے تو لوگوں کو اللہ کے قرآن سے جوڑا جائے۔اختلافی گفتگو کرنے یا سننے کی بجائے اللہ کے قرآن کی طرف دعوت دی جائے۔اِس بات کو غور کے ساتھ سوال کرنے والے کو ذہن نشین کرائیں کہ یہ اللہ کا قرآن **ھدا للناس** ضرور ہے لیکن یہ **ھدا للمتقین** ہے عقل مند کیلئے ایک لفظ بھی کافی ہے۔حجت بازوں کیلئے گدھے پر لادی ہوئی کتابیں بھی ناکافی ہیں۔انگریزی میں سروس کا ملا ہوا لیٹر جب تک گھر والوں کو مکمل سمجھ نہیں آتا اُس وقت تک گھر والے آرام سے نہیں بیٹھتے لیکن اللہ کی طرف سے ملے ہوئے خط سے ہم اِس قدر غافل ہیں کہ اِسکو سمجھنے کیلئے ایک بھی خالص اُستاد نہیں ملتا جبکہ فرقہ واریت اور فروعی اختلافات والے ملاوٹ شدہ دین کی اشاعت کیلئے ہر گلی میں مدرسے کھلے ہوئے ہیں۔

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

اللہ اس پر مزید جستجو اور ہمت عطا فرمائے۔آمین

شفاء کی خوشبو

(حکیم طارق محمود الحسن خضری)

ہمارے جسم عام طور پر ہماری غذا کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ کسی انجن میں اگر ادنیٰ درجہ کا ایندھن استعمال کیا جائے تو اس کے کام کرنے کی صلاحیت یقیناً کم ہو جائے گی۔ یہی حال ہمارے جسم کا بھی ہے۔ اگر ہمارے جسم کو مناسب حد تک قوت بخش غذا حاصل نہیں ہوتی تو اس کی تمام قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں اور وہ ایک مضبوط جسم کی طرح زندگی کی جدو جہد اور امراض کے مقابلے کی تاب نہیں لا سکتا۔

انسانی جسم کی نشو ونما ایک مکان کی تعمیر سے مشابہت رکھتی ہے۔ جب ہم کوئی مکان بنانا چاہتے ہیں تو مختلف تعمیری اشیاء کو منتخب کرتے ہیں۔ بنیاد کے لیے پتھر، دیواروں کے لیے اینٹ، دروازوں اور کھڑکیوں کے لیے لکڑی وغیرہ۔ کسی اچھی یا بری عمارت کی تعمیر کا انحصار تعمیری اشیاء کی اچھائی یا برائی پر ہوتا ہے۔ بالکل یہی حال جسمانی عمارت کی نشو ونما کا ہے۔

اگر تعمیر ناقص یا خراب ہوگی تو ہمیشہ مرمت کی ضرورت پیش آتی رہے گی۔ اور ہم آئے دن نئی نئی بیماریوں میں گھرے رہیں گے۔ جسم کا سب سے بڑا معمار ہماری قوت حیات ہے۔ جس کے کئی مددگار اور معاون ہیں۔ ان مددگاروں میں سے نہایت اہم مددگار وٹامنز کہلاتے ہیں۔ یہ جسم کے بنانے اور اس کی مرمت میں وہی کام انجام دیتے ہیں جو کسی مکان کے بنانے میں سنگ تراش، معمار اور بڑھئی۔ ان کاریگروں کے ناموں کی طرح وٹامنز کے بھی جدا جدا نام ہیں اور وہ وٹامنز اے، بی، سی، ڈی اور ای کہلاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک جسم کی تعمیر میں ایک دوسرے کی مدد کرتا ہے۔ وٹامنز کی کمی سے جسمانی نشو ونما رک جاتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ جسم کمزور ہو کر اس میں

سے بیماریوں کے مقابلے کی قوت زائل ہوجاتی ہے۔جب ہماری صحت بگڑجاتی ہےتو پھر ہم ہوش میں آتے ہیں لیکن بگڑی ہوئی صحت کا بنانا کوئی آسان کام نہیں ہوتا اس لیے بطور حفظ ماتقدم ان امور کالحاظ رکھنا چاہیئے۔اولاً بجائے ہزاروں روپیہ ادویات پرخرچ کرنے کے غذا اور صحت کے زریں اصولوں پر کاربند ہوکر امراض سے محفوظ رہنے کی کوشش کی جائے۔اس مقصد کے لیے ایسی غذائیں استعمال کی جائیں جن میں ہرقسم کے وٹامنز موجود ہوں خصوصاً وٹامن اے کافی مقدار میں ہو۔

تندرستی کے حصول میں غذا کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔امراض کا مقابلہ کرنے میں غذا کا 80 فیصد حصہ ہے۔اکثر امراض کے دفعیہ میں دوا کا صرف بیس فیصد حصہ ہوتا ہے۔مفید سے مفید دوا بھی کارگر نہیں ہوسکتی اگر مریض کی غذا مرض کے حالات کے مطابق نہ ہو۔

رات دن محنت مشقت کرنے سے ہمارے جسم کے بعض اجزا تحلیل ہوتے رہتے ہیں ان اجزاء کی کمی پوری کرنے کے لیے صحت بخش غذا کا وہی درجہ ہے جو ایک مکان بنانے میں اینٹوں کا۔ساگ،سبزی اور پھل میں پروٹین بہت کم ہوتی ہے۔بدن کو پروٹینی غذا مہیا کرنے والی غذاؤں میں دودھ،بالائی،گوشت،مچھلی،انڈہ،جو کا دلیہ،بے چھنے آٹے کی روٹی،مٹر،آلو سویابین مختلف دالیں اور پھلیاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

دودھ،دہی،چھاچھ،چنا،گیہوں،مٹر اور دالوں میں پروٹین زیادہ ہوتی ہے۔مگر گوشت انڈے مچھلی ماش کی دال اور سویابین میں بہت زیادہ ہوتے ہیں۔اب ہم چائے کی بجائے قہوہ جات کا ذکر کرتے ہیں۔جو غذا کو ہضم کرنے اور جزو بدن بنانے میں معاون ومددگار ہیں۔

(۱) قہوہ لونگ دارچینی:

لونگ اور دارچینی مصالحے کے دو اہم جز ہیں۔لیکن ہم ان سے طبی فوائد حاصل کرتے ہیں ایک گرام دارچینی،سات عدد لونگ ایک کپ پانی میں اچھی طرح ابال لیں۔پھر اس میں لیموں نچوڑ لیں،نمک یا چینی ملا کر پئیں۔**مزاج:** خشک گرم درجہ دوم۔

مقدار خوراک: ایک سے دو کپ روزانہ۔

فوائد: یہ قہوہ جسم کی گرتی ہوئی حرارت کو بحال کرتا ہے، جگر کو طاقت دیتا ہے۔ حرارت عزیزی کو مشتعل کرتا ہے، پیٹ کے کیڑے مارتا ہے، بلغم کو ختم کرتا ہے۔ اس کے استعمال سے گردے پیشاب زیادہ بنانے لگتے ہیں۔ اسے بار بار پینے سے عورتوں کی ماہواری جاری ہوجاتی ہے آنتوں کی قوت ماسکہ بڑھا کر پاخانہ باندھ کر لاتا ہے۔ ہیضہ کے لیے مفید ہے۔

(۲) قہوہ زیرہ سفید، الائچی سبز:

زیرہ سفید پچاس گرام، الائچی دس گرام۔ دونوں ادویہ کو جوکوب کر کے رکھ لیں۔ ایک گرام ایک کپ پانی یا دودھ میں جوش دے کر پئیں۔ چائے کے شائق اس میں دودھ بھی ملا سکتے ہیں۔

مزاج: گرم تر درجہ اوّل

فوائد: کھانے کو ہضم کرتا ہے۔ معدے کی جلن دور کرتا ہے۔ بھوک پیدا کرتا ہے۔ آنتوں کی قوت دافعہ کو بڑھاتا ہے۔ اگر دودھ ڈال کر پیا جائے تو معدے کے السر میں مفید ہے۔ بواسیر ریاحی کے لیے عمدہ چیز ہے۔ اپھارہ ختم کرتا ہے۔ مقدار خوراک: ایک سے دو کپ روزانہ

۳) قہوہ بادیان خطائی، الائچی خورد، دارچینی: مزاج: خشک سرد مائل بہ حرارت

ایک سے دو کپ روزانہ

فوائد: نہایت خوشبو دار اور لذیز قہوہ ہے۔ بھوک کھل کر لگنے لگتی ہے۔ پیتے ہی طبیعت میں فرحت و تازگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ قوت ہاضمہ بڑھ جاتی ہے۔ کڑول پڑنا۔ ٹانگوں کا درد، جسم درد، کمر درد کو مفید ہے، جنرل ٹانک ہے۔

(۴) قہوہ اجوائن پودینہ: اجوائن دیسی پچاس گرام، پودینہ خشک پچیس گرام دونوں ادویہ کو جوکوب کر کے رکھ لیں۔ ایک گرام ایک کپ پانی میں پکا کر پئیں۔ چائے کے شائق دودھ بھی ملا سکتے ہیں۔ **مزاج**: گرم خشک درجہ دوم

مقدار خوراک: ایک سے دو کپ روزانہ۔

فوائد : سردی سے پیدا شدہ تمام امراض کے لیے لاجواب چیز ہے۔متولد صفرا ہے۔ ہیضے کے ایام میں لیموں نچوڑ کر پئیں۔کھایا پیا خوب ہضم ہوتا ہے۔چہرے کا رنگ نکھر جاتا ہے۔ خون کا قوام رقیق کرتا ہے،معدے کی فالتو چربی کو تحلیل کرتا ہے،گردے کی پتھری توڑتا ہے، بند حیض جاری کرتا ہے۔ گرم مزاجوں کو موافق نہ ہے۔دل کو ضعیف کرتا ہے۔

(۵) قہوہ داڑھی بوڑھ: مزاج:خشک سرد مائل بحرارت۔

مقدار خوارک:ایک سے دو کپ روزانہ

فوائد : بوڑھ کی داڑھی کا سفوف یا قہوہ عام طور پر عورت اور مرد کی تولیدی بیماریوں کے ضمن میں استعمال کرتے ہیں۔لیکن فالج اور لقوہ میں بھی بطور طاقت بخش دوا کے مستعمل ہے۔ اس کا قہوہ نقاہت کے لیے بہت مفید اور مجرب ہے کسی بھی جسم کے خون آنے کو دوا کے ساتھ بطور بدرقہ بدرقہ استعمال کیا جاتا ہے۔شوگر خالص،جریان،لیکوریا،رقت،سرعت کے لیے بوڑھ کی داڑھی کا قہوہ مفید ہے۔دودھ کے ساتھ خالی معدہ لینا بہت مفید ہے۔

دعائے مغفرت

نوشہرہ ورکاں سے بھائی عمران افضل کی پھوپھو

گوجرانوالہ سے بھائی بشیر بٹ کے بہنوئی

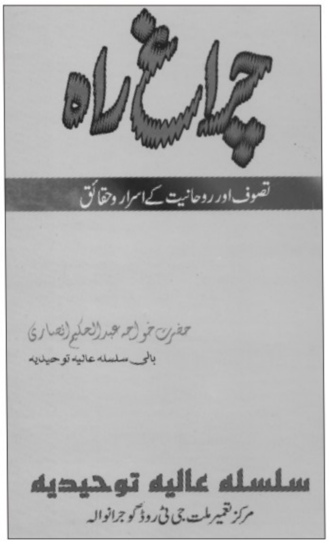
لاہور سے بھائی ناصر مبارک کے والد

ملتان سے نعیم اللہ رکھا کی والدہ

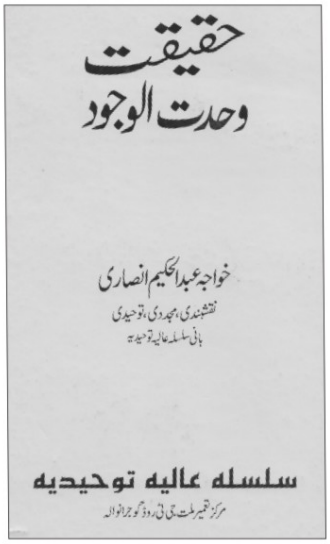
بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں(اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

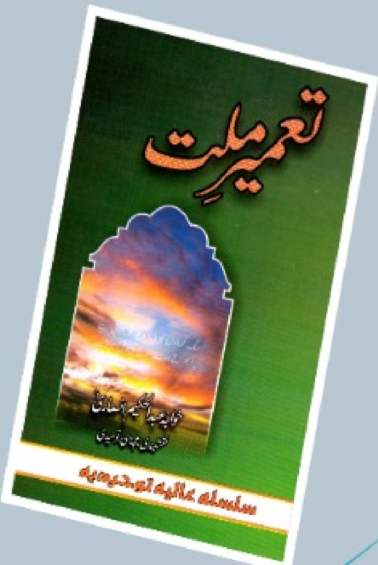


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

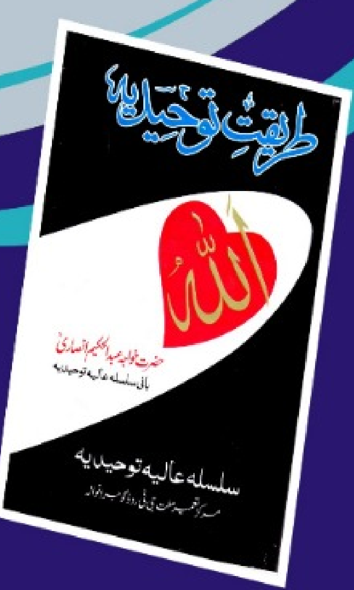


وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محلِ وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com